قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (اٰل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

منگل 17 مئی 2022ء | 16 شوال 1443 ہجری قمری | 17 ہجرت 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:117

ارشاد باری تعالیٰ

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۷۰﴾

(العنکبوت: 70)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ہمارے بارہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنی راہوں کی طرف ہدایت دیں گے اور یقیناً اللہ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ ؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَّسْتَحْيِي اِذَا رَفَعَ الرَّجُلُ اِلَيْهِ يَدَيْهِ اَنْ يَّرُدَّهُمَا صِفْرًا خَآئِبَتَيْنِ

(ترمذی کتاب الدعوات حدیث نمبر 3556)

حضرت سلمان فارسیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بڑا حیا والا اور بڑا کریم ہے جب بندہ اس کے حضور اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو وہ ان کو خالی اور ناکام واپس کرنے سے شرماتا ہے۔

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

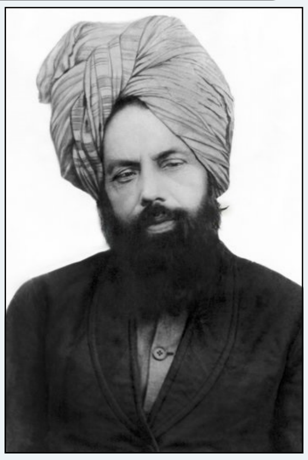

جو شخص محض اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کی راہ کی تلاش میں کوشش کرتا ہے اور اس سے اس امر کی گرہ کشائی کے لئے دعائیں کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے قانون وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت: 70) یعنی جو لوگ ہم میں سے ہو کر کوشش کرتے ہیں ہم اپنی راہیں ان کو دکھا دیتے ہیں) کے موافق خود ہاتھ پکڑ کر راہ دکھا دیتا ہے اور اسے اطمینانِ قلب عطا کرتا ہے اور اگر خود دل ظلمت کدہ اور زبان دعا سے بوجھل ہو اور اعتقاد شرک و بدعت سے ملوث ہو تو وہ دعا ہی کیا ہے اور وہ طلب ہی کیا ہے جس پر نتائج حسنہ مترتب نہ ہوں جب تک انسان پاک دل اور صدق و خلوص سے تمام ناجائز رستوں اور امیدوں کے دروازوں کو اپنے اوپر بند کر کے خدا تعالیٰ ہی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا اس وقت تک وہ اس قابل نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید اسے ملے۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 285 ایڈیشن 2010ء)

فرمان خلیفہ وقت

عبادت کے لائق وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔ یعنی زندہ رہنے والا وہی ہے اسی سے دل لگاؤ۔ پس ایمانداری تو یہی ہے کہ خدا سے خاص تعلق رکھا جائے اور دوسری سب چیزوں کو اس کے مقابلہ میں ہیچ سمجھا جائے اور جو شخص اولاد کو یا والدین کو یا کسی اور چیز کو ایسا عزیز رکھے کہ ہر وقت انہیں کا فکر رہے تو وہ بھی ایک بت پرستی ہے۔ بت پرستی کے یہی معنی نہیں کہ ہندوؤں کی طرح بت لے کر بیٹھ جائے اور اس کے آگے سجدہ کرے۔ حد سے زیادہ پیار و محبت بھی عبادت ہی ہوتی ہے۔۔۔ ہر احمدی کو اپنے دل کو ٹٹولنا چاہئے کہ ایک طرف تو ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا بننے کی خدا تعالیٰ سے دعا مانگ رہے ہیں دوسری طرف دنیاداری کی طرف ہماری نظر اس طرح ہے کہ ہم اپنی نمازیں تو چھوڑ دیتے ہیں لیکن اپنے کام کا حرج نہیں ہونے دیتے۔۔ اگر کوئی ان باتوں پر غور نہیں کرتا اور ایک دینی نظر سے ان کو وقعت نہیں دیتا تو وہ اپنے دنیوی معاملات پر ہی نظر ڈال کر دیکھے کہ کیا خدا کی تائید اور فضل کے سوا کوئی کام اس کا چل سکتا ہے؟

(خطبہ جمعہ 16؍ ستمبر 2005ء خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 560-561)

اس شمارہ میں

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (منظوم)
کتاب تعلیم کی تیاری
دریا کا بیٹا- قرآنی انبیاء
کچھ یادیں کچھ باتیں

دربارِ خلافت

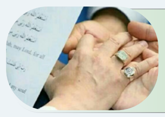

ہمارا کام حقیقی اسلام کا محبت، امن اور ہم آہنگی بھرا پیغام پھیلانا ہے

پان افریقن ایسوسی ایشن یوکے کے ایک ممبر نے سوال کیا کہ میرا سوال ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ و السلام کے مطابق اس زمانہ کا جہاد، قلم کا جہاد ہے کیونکہ اسلام پر قلم کے ذریعہ حملہ کیا جاتا ہے۔ اگر پہلے زمانہ کے مسلمانوں کو دفاعی جنگ کی اجازت ملی تھی تو احمدیوں کو پاکستان اور دیگر ممالک میں ظلم وستم کے خلاف دفاعی طور پر لڑنے کی اجازت کیوں نہیں ملتی؟ کیونکہ یہ ظلم وستم قلم کے ذریعہ نہیں کیا جاتا۔

حضور انور

دیکھیں! حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ و السلام نے فرمایا ہے کہ میں اس دنیا میں، اس زمانہ میں، امن قائم کرنے کے لئے آیا ہوں۔ اور میں مسیح موسویؑ کے نقش قدم پر آیا ہوں۔ کیا حضرت عیسیٰؑ نے کبھی اپنے معاندین کے خلاف جنگ و جدال کیا ہے؟ نہیں۔ اُن کی مخالفت کی گئی، اُن کو مارا گیا، اُن کو صلیب پر لٹکایا گیا، گو اللہ تعالیٰ نے اُن کو بچا لیا تھا وہاں سے، مگر انہوں نے ان تمام شدائد کو برداشت کیا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ و السلام نے فرمایا ہے کہ میں حضرت عیسیٰؑ کے نقش قدم پر آیا ہوں۔ اسی وجہ سے آپ فرماتے ہیں کہ اب جہاد بالسیف جائز نہیں رہا۔ آپ نے آنحضور ﷺ کی بخاری میں مندرج حدیث کا حوالہ دیا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں جہاد بالسیف جائز نہیں ہوگا۔ ہمارا کام حقیقی اسلام کا محبت، امن اور ہم آہنگی بھرا پیغام پھیلانا ہے۔ اس پیغام کے ذریعہ جو ہمیں حاصل ہو رہا ہے وہ اُس سے کہیں زیادہ ہے جو ہمیں ایک دوسرے کے خلاف جنگ و جدال کے نتیجہ میں حاصل ہوسکتا ہے۔ آخر لڑائی کے نتیجہ میں ہمیں کیا حاصل ہوسکتا ہے؟ ایسے پاکستانی جو احمدیت کی آغوش میں آئے ہیں وہ ایسے لوگوں میں سے آئے ہیں، اُن کی وہی سوچ اور نفسیات تھی، اُن میں سے بعض جنگجو قبائل سے آئے ہیں مگر اس کے باوجود احمدیت قبول کرنے کے بعد وہ کہتے ہیں کہ اسلام احمدیت کی تعلیم یہ ہے کہ ہمیں صبر کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ اور ان سب مظالم کو برداشت کیا جائے جو مخالفین کی طرف سے احمدیوں پر کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ و السلام نے فرمایا ہے کہ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے پیشگوئی فرمائی ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں اُس کو اور اُس کی جماعت کو اُن تمام مظالم کا نشانہ بنایا جائے گا لیکن اُن کو برداشت کرنا ہوگا۔ چنانچہ اسی وجہ سے ہم بدلہ نہیں لیتے۔ ہم بدلہ لے سکتے ہیں۔ مگر اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ ہم ملک کے امن کو برباد کرنے والے ہوں گے۔ جو کہ پہلے سے ہی خطرہ میں ہے۔ ایک مرتبہ کسی نے حضرت خلیفۃ المسیح

بقیہ صفحہ 4 پر

آج کی دعا

رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ٭ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلۡ دُعَآءِ ﴿۴۱﴾

(ابراہیم: 41)

ترجمہ: اے میرے ربّ! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری نسلوں کو بھی۔ اے ہمارے ربّ! اور میری دعا قبول کر۔

یہ قرآن مجید میں مذکور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلامؑ کی بہت پیاری دعا ہے جس میں خدا سے اپنے اور اپنی نسل کے عبادات پر ہمیشہ قائم رہنے کے لئے توفیق طلب کی گئی ہے

ہمارے بہت پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جماعت کو مسلسل پنجگانہ نماز کے باقاعدہ قیام کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

تم کو چاہئے کہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعائیں مانگو۔ اور اس کے فضل کو طلب کرو۔ ہر ایک نماز میں دعا کے لئے کئی مواقع ہیں۔ رکوع، قیام، قعدہ، سجدہ وغیرہ۔ پھر آٹھ پہروں میں پانچ مرتبہ نماز پڑھی جاتی ہے۔ فجر، ظہر، عصر، شام اور عشاء۔ ان پر ترقی کر کے اشراق اور تہجد کی نمازیں ہیں۔ یہ سب دعا ہی کے لئے مواقع ہیں۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 234)

پس ہمارا کام ہے کہ دعا کرتے چلے جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مختلف وقتوں کی، مختلف حالتوں کی دعائیں سکھائی ہیں۔ اور اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حالات کے مطابق بعض دعائیں بتائیں جو مَیں پہلے بھی بتاتا رہا ہوں ان کو ہمیں دہرانا چاہئے، پڑھنا چاہئے۔ اور سب سے بڑی بات جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ پہلے فرائض کی ادائیگی اور پھر نوافل کی طرف توجہ بہت ضروری ہے۔

(خطبہ جمعہ 27 اکتوبر 2006ء، خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 546-547)

مرسلہ: مریم رحمٰن

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم

(کلام حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

حضرت سید ولد آدم، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم
سب نبیوں میں افضل و اکرم، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم

نام محمدؐ، کام مکرم، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم
ہادیٔ کامل، رہبر اعظم، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم

آپؐ کے جلوہ حسن کے آگے، شرم سے نوروں والے بھاگے
مہر و ماہ نے توڑ دیا دم، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم

اِک جلوے میں آنًا فانًا بھر دیا عالم، کر دیئے روشن
اُتر دکھن پورب پچھّم، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم

اول و آخر، شارع و خاتم
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم

ختم ہوئے جب کل نبیوں کے دور نبوت کے افسانے
بند ہوئے عرفان کے چشمے، فیض کے ٹوٹ گئے پیمانے

تب آئے وہ ساقی کوثر، مست مئے عرفان، پیمبر
پیرِ مغانِ بادۂ اطہر، مے نوشوں کی عید بنانے

گھر آئیں گھنگور گھٹائیں، جھوم اُٹھیں مخمور ہوائیں
جھک گیا ابر رحمتِ باری، آبِ حیات نو برسانے

کی سیراب بلندی پستی، زندہ ہو گئی بستی بستی
بادہ کشوں پر چھا گئی مستی، اک اک ظرف بھرا بر کھانے

اک برسات کرم کی پیہم
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم

اداریہ

کتاب تعلیم کی تیاری

قسط 41

اس عنوان کے تحت درج ذیل تین عناوین پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات اکٹھے کئے جا رہے ہیں۔

1۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارے کیا فرائض ہیں؟

2۔ نفس کے ہم پر کیا حقوق ہیں؟

3۔ بنی نوع کے ہم پر کیا کیا حقوق ہیں؟

اللہ کے حضور ہمارے فرائض

پس یاد رکھنے چاہئے کہ قرآن شریف نے پہلی کتابوں اور نبیوں پر احسان کیا ہے۔ جو ان کی تعلیموں کو جو قصّہ کے رنگ میں تھیں۔علمی رنگ دیدیا ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ کوئی شخص ان قصّوں اور کہانیوں سے نجات نہیں پا سکتا جبتک وہ قرآن شریف کو نہ پڑھے کیونکہ قرآن شریف ہی کی یہ شان ہے کہ وہ اِنَّہٗ لَقَوۡلٌ فَصۡلٌ ﴿۱۴﴾ وَّمَا ہُوَ بِالۡہَزۡلِ (الطارق: 14-15) وہ میزان، مہیمن، نُور اور شفاء اور رحمت ہے۔ جو لوگ قرآن شریف کو پڑھتے اور اُسے قصّہ سمجھتے ہیں انھوں نے قرآن شریف نہیں پڑھا بلکہ اس کی بے حرمتی کی ہے۔ ہمارے مخالف کیوں ہماری مخالفت میں اس قدر تیز ہوئے ہیں؟ صرف اسی لئے کہ ہم قرآن شریف کو جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ سراسر نور حکمت اور معرفت ہے، دکھانا چاہتے ہیں۔ اور وہ کوشش کرتے ہیں کہ قرآن شریف کو ایک معمولی قصّے سے بڑھ کر وقعت نہ دیں۔ ہم اس کو گوارا نہیں کر سکتے، خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہم پر کھول دیا ہے کہ قرآن شریف ایک زندہ اور روشن کتاب ہے۔ اس لئے ہم ان کی مخالفت کی کیوں پرواکریں۔غرض میں بار بار اس امر کی طرف ان لوگوں کو جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔نصیحت کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ کو کشف حقائق کے لئے قائم کیا ہے کیونکہ بدوں اس کے عملی زندگی میں کوئی روشنی اور نُور پیدا نہیں ہوسکتا۔ اور میں چاہتا ہوں کہ عملی سچائی کے ذریعہ اسلام کی خُوبی دنیا پر ظاہر ہو۔ جیسا کہ خدا نے مجھے اس کام کے لئے مامور کیا ہے۔ اس لئے قرآن شریف کو کثرت سے پڑھو مگر نرا قصّہ سمجھ کر نہیں بلکہ ایک فلسفہ سمجھ کر۔

اب میں پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کر کے کہتا ہوں کہ قرآن شریف نے بہشت اور دوزخ کی جو حقیقت بیان کی ہے کسی دوسری کتاب نے بیان نہیں کی۔ اس نے صاف طور پر ظاہر کر دیا کہ اسی دنیا سے یہ سلسلہ جاری ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ وَ لِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰنِ (الرحمٰن:47) یعنی جو شخص خدا تعالیٰ کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا۔ اس کے واسطے دو بہشت ہیں۔یعنی ایک بہشت تو اسی دنیا میں مل جاتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کا خوف اُس کو برائیوں سے روکتا ہے۔ اور بدیوں کیطرف دوڑنا دل میں ایک اضطراب اور قلق پیدا کرتا ہے۔ جو بجائے خود ایک خطرناک جہنّم ہے۔ لیکن جو شخص خدا کا خوف کھاتا ہے تو وہ بدیوں سے پرہیز کر کے اس عذاب اور درد سے تو دم نقد بچ جاتا ہے جو شہوات اور جذبات نفسانی کی غلامی اور اسیری سے پیدا ہوتا ہے اور وہ وفاداری اور خدا کی طرف جُھکنے میں ترقی کرتا ہے جس سے ایک لذّت اور سرور اُسے دیا جاتا ہے اور یُوں بہشتی زندگی اسی دنیا سے اُس کے لئے شروع ہو جاتی ہے اور اسی طرح پر اس کے خلاف کرنے سے جہنّمی زندگی شروع ہو جاتی ہے جیسا کہ میں نے پہلے بیان کر دیا ہے۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 155-156 ایڈیشن 1984ء)

مسلمان وہ ہے جو اپنے تمام وجود کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے وقف کر دے اور سپرد کر دے اور اعتقادی اور عملی طور پر اس کا مقصود اور غرض اللہ تعالیٰ ہی کی رضا اور خوشنودی ہو۔ اور تمام نیکیاں اور اعمال حسنہ جو اس سے صادر ہوں وہ بمشقّت اور مشکل کی راہ سے نہ ہوں بلکہ ان میں ایک لذّت اور حلاوت کی کشش ہو۔ جو ہر قسم کی تکلیف کو راحت سے تبدیل کر دے۔

حقیقی مسلمان اللہ تعالیٰ سے پیار کرتا ہے یہ کہہ کر اور مان کر کہ وہ میرا محبوب و مولا پیدا کرنے والا اور مُحسن ہے۔ اس لئے اُس کے آستانہ پر سر رکھ دیتا ہے۔ سچّے مسلمان کو اگر کہا جاوے کہ ان اعمال کی پاداش میں کچھ بھی نہیں ملے گا اور نہ بہشت ہے اور نہ دوزخ ہے اور نہ آرام ہیں نہ لذّات ہیں تو وہ اپنے اعمال صالحہ اور محبت الٰہی کو ہرگز چھوڑ نہیں سکتا۔ کیونکہ اُس کی عبادات اور خدا تعالیٰ سے تعلق اور اُس کی فرماں برداری اور اطاعت میں فنا کسی پاداش یا اجر کی بناء اور امید پر نہیں ہے بلکہ وہ اپنے وجود کو ایسی چیز سمجھتا ہے کہ وہ حقیقت میں خدا تعالیٰ ہی کی شناخت اُس کی محبت اور اطاعت کے لئے بنائی گئی ہے اور کوئی غرض اور مقصد اُس کا ہے ہی نہیں۔ اسی لئے وہ اپنی خداداد قوتوں کو جب ان اغراض اور مقاصد میں صرف کرتا ہے تو اس کو اپنے محبوبِ حقیقی ہی کا چہرہ نظر آتا ہے۔ بہشت و دوزخ پر اس کی اصلاً نظر نہیں ہوتی۔ میں کہتا ہوں کہ اگر مجھے اس امر کا یقین دلا دیا جاوے کہ خدا تعالیٰ سے محبت کرنے اور اس کی اطاعت میں سخت سے سخت سزا دی جائے گی تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ میری فطرت ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ ان تکلیفوں اور بلاؤں کو ایک لذّت اور محبت کے جوش اور شوق کے ساتھ برداشت کرنے کو تیار ہے باوجود ایسے یقین کے جو عذاب اور دُکھ کی صورت میں دلایا جاوے کبھی خدا کی اطاعت اور فرمانبرداری سے ایک قدم باہر نکلنے کو ہزار بلکہ لاانتہا موت سے بڑھ کر اور دُکھوں اور مصائب کا مجموعہ قرار دیتی ہے۔ جیسے اگر کوئی بادشاہ عام اعلان کرائے کہ اگر کوئی ماں اپنے بچّے کو دودھ نہ دے گی تو بادشاہ اس سے خوش ہو کر انعام دیگا تو ایک ماں کبھی گوارا نہیں کرسکتی کہ وہ اس انعام کی خواہش اور لالچ میں اپنے بچّے کو ہلاک کرے۔ اسی طرح ایک سچّا مسلمان خدا کے حکم سے باہر ہونا اپنے لئے ہلاکت کا موجب سمجھتا ہے خواہ اس کو اس نافرمانی میں کتنی ہی آسائش اور آرام کا وعدہ دیا جاوے۔

پس حقیقی مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے۔ کہ اس قسم کی فطرت حاصل کی جاوے۔ کہ خدا تعالیٰ کی محبت اور اطاعت کسی جزا اور سزا کے خوف اور امید کی بناء پر نہ ہو بلکہ فطرت کا طبعی خاصہ اور جزو ہو کر ہو پھر وہ محبت بجائے خود اس کے لئے ایک بہشت پیدا کر دیتی ہے اور حقیقی بہشت یہی ہے۔ کوئی آدمی بہشت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ جبتک وہ اس راہ کو اختیار نہیں کرتا ہے۔ اس لئے میں تم کو جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو۔ اسی راہ سے داخل ہونے کی تعلیم دیتا ہوں کیونکہ بہشت کی حقیقی راہ یہی ہے۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 182-183 ایڈیشن 1984ء)

نفس کے ہم پر حقوق

میں سچ کہتا ہوں کہ یہ ایک تقریب ہے جو اللہ تعالیٰ نے سعادت مندوں کے لئے پیدا کر دی ہے۔مبارک وہی ہیں جو اس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔تم لوگ جنھوں نے میرے ساتھ تعلق پیدا کیا ہے۔ اس بات پر ہرگز ہرگز مغرور نہ ہو جاؤ کہ جو کچھ تم نے پانا تھا۔ پا چکے۔ یہ سچ ہے کہ تم ان منکروں کی نسبت قریب تر بہ سعادت ہو جنھوں نے اپنے شدید انکار اور توہین سے خدا کو ناراض کیا۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ تم نے حسن ظن سے کام لے کر خدا تعالیٰ کے غضب سے اپنے آپ کو بچانے کی فکر کی۔ لیکن سچی بات یہی ہے کہ تم اس چشمہ کے قریب آپہنچے ہو جو اس وقت خدا تعالیٰ نے ابدی زندگی کے لئے پیدا کیا ہے ہاں پانی پینا ابھی باقی ہے۔ پس خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے توفیق چاہو۔ کہ وہ تمہیں سیراب کرے کیونکہ خدا تعالیٰ کے بدوں کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔ یہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ جو اس چشمہ سے پئے گا وہ ہلاک نہ ہو گا کیونکہ یہ پانی زندگی بخشتا ہے اور ہلاکت سے بچاتا ہے اور شیطان کے حملوں سے محفوظ کرتا ہے۔ اس چشمہ سے سیراب ہونے کا کیا طریق ہے؟ یہی کہ خدا تعالیٰ نے جو دو حق تم پر قائم کئے ہیں اُن کو بحال کرو اور پورے طور پر ادا کرو۔ ان میں سے ایک خدا کا حق ہے دوسرا مخلوق کا۔

اپنے خدا کو وحدہٗ لاشریک سمجھو جیسا کہ اس شہادت کے ذریعہ تم اقرار کرتے ہو اَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی میں شہادت دیتا ہوں کہ کوئی محبوب مطلوب اور مطاع اللہ کے سوا نہیں ہے یہ ایک ایسا پیارا جملہ ہے کہ اگر یہ یہودیوں عیسائیوں یا دوسرے مشرک بُت پرستوں کو سکھایا جاتا۔ اور وہ اس کو سمجھ لیتے تو ہرگز تباہ اور ہلاک نہ ہوتے اسی ایک کلمہ کے نہ ہونے کی وجہ سے اُن پر تباہی اور مصیبت آئی اور اُن کی روح مجذوم ہو کر ہلاک ہو گئی۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 184-185 ایڈیشن 1984ء)

خدا کے ساتھ محبت کرنے سے کیا مراد ہے؟ یہی کہ اپنے والدین، جورو، اپنی اولاد، اپنے نفس، غرض ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم کر لیا جاوے۔ چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے فَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَذِکۡرِکُمۡ

اٰبَآءَکُمۡ اَوۡ اَشَدَّ ذِکۡرًا (البقرہ: 201) یعنی اللہ تعالیٰ کو ایسا یاد کرو کہ جیسا تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ اور سخت درجہ کی محبت کے ساتھ یاد کرو۔ اب یہاں یہ امر بھی غور طلب ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہ تعلیم نہیں دی کہ تم خدا کو باپ کہا کرو بلکہ اس لئے یہ سکھایا ہے کہ نصاریٰ کی طرح دھوکہ نہ لگے اور خدا کو باپ کر کے پکارا نہ جائے اور اگر کوئی کہے کہ پھر باپ سے کم درجہ کی محبت ہوئی تو اس اعتراض کے رفع کرنے کے لئے اَوۡ اَشَدَّ ذِکۡرًا رکھ دیا۔ اگر اَوۡ اَشَدَّ ذِکۡرًا نہ ہوتا تو یہ اعتراض ہوسکتا تھا۔ مگر اب اس نے اُس کو حل کر دیا۔ جو باپ کہتے ہیں وہ کیسے گرے کہ ایک عاجز کو خدا کہہ اُٹھے۔

بعض الفاظ ابتلا کے لئے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو نصاریٰ کا ابتلا منظور تھا۔ اس لئے اُن کی کتابوں میں انبیاء کی یہ اصطلاح ٹھہر گئی۔ مگر چونکہ وہ حکیم اور علیم ہے اس لئے پہلے ہی سے لفظ اَبؔ کو کثیر الاستعمال کر دیا۔ مگر نصاریٰ کی بدقسمتی کہ جب مسیح نے یہ لفظ بولا تو انہوں نے حقیقت پر حمل کر لیا اور دھوکا کھا لیا۔ حالانکہ مسیح نے یہ کہہ کر کہ تمہاری کتابوں میں لکھا ہے کہ تم اِلٰہ ہو اس شرک کو مٹانا چاہا اور اُن کو سمجھانا چاہا مگر نادانوں نے پرواہ نہ کی۔ اور اُن کی اس تعلیم کے ہوتے ہوئے بھی اُن کو ابن اللہ قرار دے ہی لیا۔

یہودیوں کو بھی اس قسم کا ابتلا آیا۔ چونکہ مُوذی قوم تھی۔ اُن کی درخواست پر منّ وسلویٰ نازل ہوا۔ کیونکہ یہ طاعون پیدا کرنے کا مقدّمہ تھا۔ اللہ تعالیٰ چونکہ جانتا تھا کہ وہ حد سے نکل جائیں گے اور اُن کی سزا طاعون تھی۔ اس لئے پہلے سے وہ اسباب رکھ دیئے۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 188 ایڈیشن 1984ء)

بنی نوع کے ہم پر حقوق

حقیقی اور سچّی بات یہ ہے جو میں نے پہلے بھی بیان کی تھی کہ شفیع کے لئے ضرورت ہے کہ اوّل خدا تعالیٰ سے تعلق کامل ہو۔ تا کہ وہ خدا سے فیض کو حاصل کرے اور پھر مخلوق سے شدید تعلق ہو تا کہ وہ فیض اور خیر جو وہ خدا سے حاصل کرتا ہے مخلوق کو پہنچاوے۔ جب تک یہ دونوں تعلق شدید نہ ہوں شفیع نہیں ہوسکتا۔ پھر اسی مسئلہ پر تیسری بحث قابل غور یہ ہے کہ جب تک نمونے نہ دیکھے جائیں کوئی مفید نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ اور ساری بحثیں فرضی ہیں۔ مسیح کے نمونہ کو دیکھ لو کہ چند حواریوں کو بھی درست نہ کر سکے۔ ہمیشہ اُن کو سُست اعتقاد کہتے رہے بلکہ بعض کو شیطان بھی کہا اور انجیل کی رو سے کوئی نمونہ کامل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ بالمقابل ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کامل نمونہ ہیں کہ کیسے روحانی اور جسمانی طور پر انھوں نے عذاب الیم سے چھوڑایا اور گناہ کی زندگی سے اُن کو نکالا کہ عالم ہی پلٹ دیا۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ کی شفاعت سے بھی فائدہ پہنچا۔ عیسائی جو مسیح کو مثیل موسیٰ قرار دیتے ہیں تو یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ موسیٰ کی طرح انہوں نے گناہ سے قوم کو بچایا ہو۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح کے بعد قوم کی حالت بہت ہی بگڑ گئی۔ اور اب بھی اگر کسی کو شک ہو تو لنڈن یا یورپ کے دوسرے شہروں میں جا کر دیکھ لے کہ آیا گناہ سے چھڑا دیا ہے یا پھنسا دیا ہے اور یوں کہنے تو ایک چُوہڑا بھی کہہ سکتا ہے کہ بالمیک نے چھوڑایا۔ مگر یہ نرے دعوے ہی دعوے ہیں جن کے ساتھ کوئی واضح ثبوت نہیں ہے۔ پس عیسائیوں کا یہ کہنا کہ مسیح چھوڑانے کے لئے آیا تھا۔ ایک خیالی بات ہے جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اُن کے بعد قوم کی حالت بہت بگڑ گئی اور روحانیت سے بالکل دور جا پڑی۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 216 ایڈیشن 1984ء)

مامور من اللہ جب آتا ہے تو اس کی فطرت میں سچی ہمدردی رکھی جاتی ہے اور یہ ہمدردی عوام سے بھی ہوتی ہے اور جماعت سے بھی۔ اس ہمدردی میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کُل دنیا کے لئے مامور ہو کر آئے تھے۔ اور آپؐ سے پہلے جس قدر نبی آئے وہ مختص القوم اور مختصّ القوم اور مختصّ الزمان کے طور پر تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کُل دنیا اور ہمیشہ کے لئے نبی تھے۔ اس لئے آپؐ کی ہمدردی بھی کامل ہمدردی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ اَلَّا یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ (الشعراء: 4)۔ اس کے ایک تو یہ معنے ہیں کہ کیا تو ان کے مومن نہ ہونے کی فکر میں اپنی جان دے دیگا۔ اس آیت سے اس درد اور فکر کا پتہ لگ سکتا ہے جو آپ کو دنیا کی تباہ حالت دیکھ کر ہوتا تھا کہ وہ مومن بن جاوے۔ یہ تو آپ کی عام ہمدردی کے لئے ہے۔ اور یہ معنے بھی اس آیت کے ہیں کہ مومن کو مومن بنانے کی فکر میں تو اپنی جان دے دیگا۔ یعنی ایمان کو کامل بنانے میں۔

اسی لئے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اٰمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ (النساء: 137) بظاہر تو یہ تحصیل حاصل معلوم ہوتی ہوگی لیکن جب حقیقت حال پر غور کی جاوے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ کئی مراتب ہوتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ تکمیل چاہتا ہے۔

غرض مامور کی ہمدردی مخلوق کے ساتھ اس درجہ کی ہوتی ہے کہ وہ بہت جلد اُس سے متاثر ہوتا ہے۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 221-222 ایڈیشن 1984ء)

(ترتیب و کمپوزڈ: عنبرین نعیم)

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

الثالثؒ کو یہ کہا کہ مجھے اجازت دیں کہ ہم ایک گروپ بنا کر پٹرول بم اور دیگر بم بنا کر ملک میں افراتفری پیدا کر دیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں تم ایسا کر سکتے ہو مگر پھر اللہ تعالیٰ کہے گا کہ ٹھیک ہے۔ تم اور تمہارے مخالفین جو چاہو کرو میں تمہیں چھوڑ رہا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں چھوڑ دیتا ہے تو ہمارے پاس کوئی محفوظ جگہ نہ رہی۔ لہٰذا بہتری اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کی جائے، یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوہ و السلام کے زمانہ میں ہمیں اپنا پیغام محبت، امن اور ہم آہنگی کے ساتھ پھیلانا چاہئے اور صبر دکھانا چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم مقابلہ نہیں کرتے۔

سوال: میرا سوال یہ ہے کہ میں جانتا ہوں کہ میں پیارے حضور سے بہت محبت کرتا ہوں تاہم میں نے نوٹ کیا ہے کہ جب بات کھیلیں کھیلنے کی ہو یا فٹ بال میچ دیکھنے کی ہو، تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ مجھے بجائے حضور انور کو ایم ٹی اے میں دیکھنے کی نسبت اِن چیزوں کی طرف زیادہ رجحان ہوتا ہے۔ **میرا سوال یہ ہے کہ میں اپنے اندر پیارے حضور کے لئے ایسے جذبات اور لگن کیسے پیدا کر سکتا ہوں جو کھیلوں اور ہر ایک کام سے کہ جو میں کرتا ہوں زیادہ ہو کہ میں حضور انور کو ایم ٹی اے پر دیکھنے کی خواہش** رکھوں اور ہر آن آپ کی باتیں سنوں؟

حضور انور

دیکھیں! حدیث میں آتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا ہے کہ ہمیں ایک دوسرے سے اللہ تعالیٰ کی خاطر پیار کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر دو مومن میری خاطر اور میری رضا حاصل کرنے کی خاطر ایک دوسرے سے پیار کریں تو میں بھی اُن سے پیار کروں گا۔ اور اُن پہ کثرت سے اپنے فضل نازل کروں گا۔ پس اگر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ خلیفہ وقت سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاطر پیار کرتے ہیں تو پھر باقی تمام محبتیں اَور طرف ہونی چاہئیں اور صرف ایک بات آپ کے سامنے ہونی چاہئے اور وہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاطر ہی آپ خلیفہ وقت سے اور ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں۔ اسی طرح خلیفہ وقت اللہ تعالیٰ کی خاطر جماعت احمدیہ سے پیار کرتا ہے۔ اگر یہ بات آپ کے ذہن میں ہو تو فٹ بال اور دوسری چیزوں کے لئے آپکی رغبت، خلافت اور اللہ تعالیٰ کی محبت پر غالب نہیں ہوگی۔ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے چوتھے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے اُن سے (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے) پوچھا کہ کیا آپ مجھ سے پیار کرتے ہیں؟ والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے جواب دیا کہ ہاں میں تم سے پیار کرتا ہوں۔ پھر اُن کے بیٹے نے پوچھا کہ کیا آپ اللہ تعالیٰ سے پیار کرتے ہیں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں میں اللہ تعالیٰ سے پیار کرتا ہوں۔ پھر اُن کے بیٹے نے پوچھا کہ دو محبتیں ایک دل میں کس طرح جمع ہوسکتی ہیں۔ آپ میرے سے بھی اور اللہ تعالیٰ سے بھی پیار کرتے ہیں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کی محبت کا وقت آتا ہے تو صرف ایک محبت (دل میں) ہوتی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی۔ چنانچہ اگر نماز کا وقت ہو اور آپ اُس وقت ٹیلی ویژن پہ فٹ بال کا میچ دیکھ رہے ہوں جو آپ کو بہت پسند ہو تو آپ کو ٹیلی ویژن بند کرنا چاہئے اور پہلے نماز ادا کرنی چاہئے۔ جلد بازی میں نہیں بلکہ توجہ اور تضرع کے ساتھ۔ اور پھر اس کے بعد، اگر آپ کے پاس وقت ہو تو بے شک میچ دیکھ لیں۔ اسی طرح اگر خلیفہ وقت تقریر یا خطاب فرما رہے ہوں اور براہ راست آپ سے مخاطب ہوں تو آپ کو پہلے خلیفہ وقت کی باتوں کو سننا چاہئے اور بعد میں آپ بے شک میچ کی ریکارڈنگ دیکھ سکتے ہیں۔ آپ کو اپنی ترجیحات پر توجہ دینی چاہئے کہ کون سی محبت آپ کو زیادہ عزیز ہے؟ یعنی آپ کا دین، آپ کی خلافت سے وابستگی، آپ کی اللہ تعالیٰ سے محبت یا آپ کی فٹ بال سے رغبت یا اس ٹیم سے رغبت جو آپ کو پسند ہے۔ یہ آپ کو خود فیصلہ کرنا ہوگا۔ میں آپ کو کس طرح کہہ سکتا ہوں کہ آپ کو خلیفہ وقت سے زیادہ محبت کرنی چاہئے۔ یہ آپ کو خود فیصلہ کرنا ہوگا۔ دیکھیں! مجھے پتہ ہے آپ کی نیک فطرت ہے۔

(This week with Huzoor نشر شدہ 04 مارچ 2022ء

مطبوعہ الفضل آن لائن 22/ مارچ 2022ء)

فرید احمد نوید۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا

قرآنی انبیاء

دریا کا بیٹا

قسط 13

حضرت موسیٰؑ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے ایک بزرگ نبی تھے۔ خدا تعالیٰ ہر قدم پر آپ کے ساتھ تھا۔ اس نے آپ کے لئے ہر مشکل وقت میں آسانی کا سامان مہیا کیا۔ آپ کو بچپن میں ظالم بادشاہ کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچایا آپ کی بہترین پرورش کا انتظام کیا اور جوانی میں موت کی سزا سے آپ کو محفوظ رکھا۔ آپ نے ہجرت کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے نہ صرف نئے ملک میں رہنے کا انتظام کر دیا بلکہ آپ کو ایک نیک بیوی بھی عطا کر دی آپ کو نبوت کی نعمت عطا کی اور آپ کی خاطر بڑی سے بڑی طاقت کو بھی خاک میں ملا دیا۔ لیکن افسوس کہ آپ کی قوم نے ان باتوں کو نہ سمجھا۔ اور وہ آخری اور عظیم الشان فتح جو آپ کے ذریعے سے آپ کی قوم کو ملنا تھی۔ قوم کی بزدلی کی وجہ سے اس میں چالیس سال کی تاخیر ہو گئی۔

ایک بزرگ نبی کے واقعات جن کا ذکر قرآن کریم میں سب انبیاء سے زیادہ ہوا ہے۔

بہت مشکل دن چل رہے تھے ملک کی حالت خراب سے خراب تر ہوتی چلی جارہی تھی۔ ترقیاتی کام بالکل رکے ہوئے تھے اور عوام کے مختلف طبقے آپس میں لڑنے میں مشغول تھے۔ کہیں قوم کا جھگڑا چل رہا تھا اور کہیں رنگ ونسل کا۔ اور ان سارے فسادات میں سب سے بری حالت بنی اسرائیل کی تھی جن کے ساتھ بہت برا سلوک کیا جارہا تھا۔ بادشاہ کا حکم تھا کہ بنی اسرائیلیوں کو ہرگز ترقی نہ کرنے دی جائے۔ ان کے لڑکوں کو پیدا ہوتے ہی مار دیا جائے اور صرف لڑکیوں کو زندہ رکھا جائے تا کہ آہستہ آہستہ ان کی نسل ہی ختم ہو جائے۔

ملک مصر کا بادشاہ بہت متکبر تھا۔ اسے صرف اپنی حکومت سے غرض تھی۔ رعایا کا کیا حال ہے اس کی اسے ذرہ برابر بھی پرواہ نہ تھی۔ مصر میں اس وقت بادشاہ وقت کیلئے فرعون کا لقب استعمال کیا جاتا تھا۔ چنانچہ یہ فرعون مختلف مذہبوں اور مختلف نسل کے لوگوں کو جان بوجھ کر آپس میں لڑواتا تھا تا کہ لوگ آپس میں لڑتے رہیں اور کوئی بھی بادشاہ کے خلاف متحد نہ ہو سکے۔ مذہبی لحاظ سے بنی اسرائیل چونکہ ایک تھے۔ اس لئے بادشاہ ڈرتا تھا کہ کہیں یہ لوگ کسی وقت اکٹھے ہو کر اس کی حکومت کو نقصان نہ پہنچائیں اس لئے اس کے مظالم کا خصوصی طور پر نشانہ بنی اسرائیل تھے۔ طرح طرح کے ظلم توڑنے کے بعد فرعون نے آخر اس قوم کو تباہ کرنے کی غرض سے یہ سلسلہ شروع کر دیا کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے تمام لڑکوں کو مار دیا جائے تا کہ یہ نسل بڑھ ہی نہ سکے۔ یہ ایک ظالمانہ فیصلہ تھا لیکن بنی اسرائیل مجبور تھے۔ اس ظلم کے خلاف بول نہیں سکتے تھے۔

اللہ تعالیٰ جو اپنے بندوں سے بہت محبت کرتا ہے اس نے بنی اسرائیل کی تکلیف کی حالت پر نظر کرتے ہوئے ان پر رحم کرنے کا فیصلہ کیا اور انہیں فرعون سے نجات دلوانے کیلئے ایک نبی ان کی قوم میں پیدا کر دیا۔ یہ بچہ جس نے بڑے ہو کر نبی بننا تھا بنی اسرائیل کے ایک عام گھرانے میں پیدا ہوا۔ اور جیسا کہ بادشاہ کا علم تھا اس بچے کو بھی فوراً ہی قتل کر دیا جانا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بچے کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اس بچے کو کسی لکڑی کے صندوق میں رکھ کر آرام سے دریائے نیل میں ڈال دو۔ ہم خود اس کی حفاظت کریں گے۔ اسے دوبارہ تم سے ملوائیں گے اور جب یہ بڑا ہو جائے گا تو اسے اپنے نبیوں میں شامل کریں گے۔

اس الہام نے بچے کی ماں کے دل کو مطمئن کر دیا۔ اس کو دکھوں کے بادل چھٹتے ہوئے معلوم ہوئے۔ نہ صرف اس خاندان کا بلکہ تمام قوم کا سارے بنی اسرائیل کا نجات دہندہ پیدا ہو چکا تھا۔ وہ جس نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ظالمانہ چنگل سے نجات دلانا تھی۔ ماں نے الہام کے مطابق اپنے بچے کو لکڑی کے ایک صندوق میں رکھا۔ اور دریا کے حوالے کر دیا لیکن ساتھ ہی احتیاطاً بچے کی بڑی بہن سے کہا کہ اس صندوق کے ساتھ ساتھ جاؤ اور دیکھو کہ یہ صندوق کہاں جاتا ہے۔

دریائے نیل کی لہروں پر تیرتا ہوا یہ صندوق ابھی کچھ دور ہی گیا ہو گا کہ دریا کے کنارے نہاتی ہوئی کچھ عورتوں کی نظر اس بہتے ہوئے صندوق پر پڑی۔ ان عورتوں میں بادشاہ وقت کے خاندان کی ایک عورت بھی تھی جو اپنی سہیلیوں کے ساتھ دریا پر آئی ہوئی تھی۔ اس نے اپنی سہیلیوں میں سے ایک سے کہا کہ اس صندوق کو دریا سے نکال کر لاؤ تا کہ ہم دیکھیں کہ اس میں کیا ہے۔ شہزادی کے حکم کے مطابق وہ صندوق دریا سے نکالا گیا اور اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس صندوق کو کھولو! شہزادی نے حکم دیا۔ اور جب صندوق کھولا گیا تو عجیب منظر تھا۔ صندوق میں ایک نہایت خوبصورت معصوم سا بچہ لیٹا ہوا تھا موسیٰؑ، موسیٰؑ شہزادی کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ بچہ میں نے پانی سے نکالا ہے۔ یوں اس بچے کا نام موسیٰؑ رکھا گیا۔

آپ بالکل ٹھیک سمجھے! یہ اللہ تعالیٰ کے بزرگ نبی حضرت موسیٰؑ علیہ السلام تھے جن کا ذکر قرآن کریم میں سب انبیاء سے زیادہ آیا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کس وجہ سے؟ چلیں ہم آپ کو بتا دیتے ہیں! اس لئے کہ ہمارے پیارے آقا حضرت رسول کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کا مثیل قرار دیا ہے۔ یعنی جیسے حالات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آئے۔ اس سے ملتے جلتے حالات آنحضرت ﷺ کی زندگی میں بھی آنے تھے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت موسیٰؑ علیہ السلام کے واقعات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا تا کہ حضور اکرم ﷺ کی زندگی کے حالات کے بارے میں آپ کو پہلے سے آگاہ کیا جا سکے۔ بہر حال یہ تو ایک انسانی بات تھی۔ ہم بات کر رہے تھے دریائے نیل کے کنارے پر موجود فرعون وقت کے گھرانے کی عورت کی جس نے موسیٰؑ کو دریا سے نکالا تھا اور پانی سے نکالنے کی وجہ سے آپ کا نام موسیٰؑ رکھ دیا تھا۔

یہ بچہ شہزادی کو بے حد پیارا لگا تھا اور پہلی نظر میں ہی اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ اس بچے کو پالے گی اس کی پرورش کرے گی اور اسے اپنا بیٹا بنالے گی۔ یہ ایک بہت عجیب فیصلہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے شہزادی کے دل میں ڈالا ورنہ اس طرح ایک لاوارث بچے کو اٹھا کر پرورش کیلئے گھر لے جانا بہت مشکل کام تھا۔

شہزادی نے ننھے موسیٰؑ کو اٹھا لیا اور اپنی سہیلیوں کے ساتھ محل کی جانب روانہ ہوگئی۔ موسیٰؑ کی بڑی بہن جو یہ سب ماجرا دیکھ رہی تھی یہ خبر لے کر دوڑی دوڑی اپنی والدہ کے پاس پہنچی اور خوشی خوشی اسے سارا حال سنایا۔ ماں! شہزادی نے بھائی کا نام موسیٰؑ رکھا ہے اور وہ کہہ رہی تھی کہ وہ اس کی پرورش اپنے بیٹے کی طرح کرے گی۔ ماں! وہ بہت خوش تھی اور بھائی کو اپنے ساتھ محل میں لے گئی ہے۔ موسیٰؑ کی والدہ نے یہ سب سنا تو آپ بے انتہا خوش ہوئیں۔ اپنے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسی مدد اور فضل کا تو وہ تصور بھی نہ کرسکتی تھیں۔ شکر ہے میرے خدایا۔ بے اختیار ان کے منہ سے نکلا اور انہیں یوں محسوس ہوا جیسے ان کے دل سے کوئی بہت بڑا بوجھ اتر گیا ہو۔ لیکن بیٹی! موسیٰؑ کی والدہ نے اپنی بیٹی سے کہا۔ تم محل کے آس پاس رہنا اور وہاں پر موجود ملازموں سے اپنے بھائی کے متعلق بہانے بہانے سے پوچھتی رہنا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ موسیٰ کو ضرور مجھ سے ملوائے گا۔ ممکن ہے تمہارے وہاں جانے سے کوئی راستہ نکل آئے۔ ٹھیک ہے ماں! میں ایسا ہی کروں گی۔ بیٹی نے فرمانبرداری سے جواب دیا۔

فرعون کو جب سے اس بات کی اطلاع ملی کہ شہزادی ایک لاوارث بچے کو دریا سے نکال کر محل میں لے آئی ہے وہ سخت غصے میں تھا۔ اس کے خیال میں یہ ایک احمقانہ فیصلہ تھا اسی وجہ سے اس نے اسی وقت شہزادی کو طلب کیا تھا۔ دیکھو لڑکی! مجھے پتہ چلا ہے کہ تم ایک لاوارث بچے کو دریا سے نکال کر محل میں لائی ہو اور تم چاہتی ہو کہ اسے پال پوس کو جوان کرو۔ کیا یہ بات درست ہے؟

جی ہاں بادشاہ سلامت! شہزادی نے کہا مجھے یہ بچہ دریائے نیل کے پانی پر ایک تیرتے ہوئے صندوق میں پڑا ہوا ملا تھا۔ میں نے اسے دیکھا تو مجھے بہت پیارا لگا اور میں اسے محل میں لے آئی۔ لیکن کیوں؟ فرعون غصے سے چلایا۔ کیا تمہیں معلوم ہے یہ بچہ کس کا ہے؟ نہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ یہ بچہ کس کا ہے شہزادی نے جواباً کہا میں تو اسے دریا سے لیکر آئی ہوں۔ دریائے نیل ہی اس بچہ کا باپ بھی ہے اور ماں بھی۔ جب تمہیں یہ معلوم ہی نہیں کہ یہ بچہ کون ہے فرعون نے شہزادی کی بات کاٹی تو پھر تم اسے کیوں پالنا چاہتی ہو۔ تمہیں معلوم نہیں کہ یہ بچہ کون ہے کس قوم سے تعلق رکھتا ہے؟ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ یہ بچہ کون ہے۔ فرعون نے گویا اسے سمجھانا شروع کیا۔

یہ بچہ اسرائیلیوں کا بچہ ہے۔ اس نے گویا بہت بڑا انکشاف کیا۔ چونکہ میں نے حکم دے رکھا ہے کہ بنی اسرائیل قوم میں جو بھی لڑکا پیدا ہوا سے فوری طور پر قتل کر دیا جائے۔ اس لئے کسی بنی اسرائیلی عورت نے اپنے

بچے کی جان بچانے کیلئے اسے دریا میں بہادیا ہے یہ بچہ ہمارے دشمنوں کا بچہ ہے۔ یہ ہرگز ہمارے گھر میں نہیں رہ سکتا۔ میرے بنائے ہوئے قانون کے مطابق اس کو قتل کیا جانا ضروری ہے۔

آپ کا بنایا ہوا قانون اپنی جگہ درست ہوگا بادشاہ سلامت! شہزادی نے جواب دیتے ہوئے کہا لیکن یہ بچہ تو بالکل معصوم ہے اسے کیا معلوم کہ یہ بنی اسرائیل ہے یا ہمارے ساتھ کا مصر کا رہنے والا ''مصری''۔ جب ہم اسے پالیں گے اور اپنے گھر میں اس کی پرورش کریں گے تو پھر یہ ہمارے خیالات کے مطابق ہی کام کرے گا۔ پھر ممکن ہے کہ یہ ہمارے لئے کسی لحاظ سے مفید ہو اور ہم اسے بیٹے کے طور پر ساتھ رکھ لیں۔

فرعون کی بیوی جو یہ سب باتیں سن رہی تھی اور ایک نیک عورت تھی۔ اس نے بھی آگے بڑھ کر شہزادی کا ساتھ دیا اور کہا کہ یہ لڑکی ٹھیک کہہ رہی ہے۔ آپ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں جو کرتی ہے اسے کرنے دیں اور اس معصوم بچے کو مت ماریں۔

فرعون یہ بات ماننا تو نہیں چاہتا تھا لیکن ان دونوں کی بات سن کر اس نے اپنا فیصلہ بدل لیا اور انہیں اجازت دے دی کہ وہ موسیٰؑ کو اپنے ساتھ محل میں رکھ لیں۔

محل میں موسیٰؑ کی پرورش شروع ہوئی اور آپ کے لئے دودھ پلانے والی عورت کی تلاش شروع ہوئی لیکن عجیب بات اس وقت یہ ہوئی کہ جو بھی دایہ آپ کو دودھ پلانے کی کوشش کرتی آپ اس کا دودھ پینے سے انکار کر دیتے اور منہ پھیر لیتے۔ یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو آپ کی والدہ سے ملانے کا ایک انتظام تھا۔ شہزادی نے جب یہ دیکھا کہ موسیٰؑ کسی دایہ کا دودھ نہیں پی رہے تو وہ بہت متفکر ہوئی۔ اسی اثناء میں حضرت موسیٰؑ کی بڑی بہن جو محل کے اندر کی ساری خبریں معلوم کر رہی تھی شہزادی کے پاس پہنچی اور اسے کہا کہ اگر آپ برا نہ مانیں تو میں آپ کو ایک گھر کا پتہ دیتی ہوں۔ وہاں پر ایک خاتون ہیں ان کو بلوا کر دیکھیں وہ ضرور اس کو پال لیں گی۔ موسیٰؑ کی بہن کی بات سن کر شہزادی نے موسیٰ کی والدہ کو بلا بھیجا۔ وہ آئیں اور موسیٰؑ کو اپنا دودھ پلایا۔ موسیٰؑ نے بڑی خوشی کے ساتھ اپنی والدہ کا دودھ پیا اور شہزادی کو بتایا گیا کہ یہ بنی اسرائیلی عورت موسیٰؑ کو دودھ پلا سکتی ہے۔ شہزادی نے موسیٰؑ کی والدہ سے درخواست کی کہ آپ ہمارے لئے اس بچے کو دودھ پلا دیا کریں۔ موسیٰؑ کی والدہ کو اور کیا چاہئے تھا؟ وہ تو پہلے ہی اپنے بچے کی جدائی میں بے قرار ہو رہی تھیں انہوں نے فوراً حامی بھر لی اور یوں اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ پورا ہوگیا جو اس نے حضرت موسیٰؑ کی والدہ سے کیا تھا۔ موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے ان کی والدہ سے ملا دیا تھا۔

وقت کا پہیہ گھومتا رہا اور موسیٰؑ، فرعون کے گھر میں پرورش پاتے رہے۔ ان کی والدہ نے محتاط طریقے سے ان کو ساری بات بتا دی ہوئی تھی۔ اور باوجود اس کے کہ آپ فرعون کے گھر میں رہ رہے تھے آپ کی تمام تر ہمدردیاں اپنی مظلوم قوم بنی اسرائیل کے لئے تھیں۔ آپ چاہتے تھے کہ کسی طرح اپنی مظلوم قوم کو فرعون کے مظالم سے نجات دلائیں لیکن ابھی آپ ایسا کرنے کے قابل نہ تھے۔ لیکن وہ وقت بہت زیادہ دور نہ تھا۔ موسیٰؑ اپنی جوانی کی عمر کو پہنچ چکے تھے۔ مضبوط جسم کے مالک موسیٰؑ بہت بہادر اور طاقتور تھے۔ اور اپنی قوم کیلئے کچھ کرنے کی تڑپ بھی رکھتے تھے۔ اور پھر ایک دن ایسا ہوا کہ آپ رات کے وقت شہر میں کسی کام سے جا رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ دو شخص آپس میں لڑ رہے ہیں۔ ایک ان میں سے فرعون کی قوم کا یعنی مصری تھا اور دوسرا موسیٰؑ کی قوم کا یعنی بنی اسرائیلی تھا۔ مصری شخص کافی طاقتور تھا اور وہ بنی اسرائیلی کو بری طرح پیٹ رہا تھا۔ بنی اسرائیلی نے جب موسیٰؑ کو دیکھا تو چلا کر موسیٰؑ سے مدد طلب کی۔ موسیٰؑ آگے بڑھے اور بھرپور طاقت کے ساتھ ایک مکہ اس مصری شخص کو مارا جو کافی دیر سے بنی اسرائیلی کو پیٹ رہا تھا آپ نے یہ مکہ محض اس مصری کو ہٹانے کیلئے مارا تھا لیکن یہ مکہ اس مصری کیلئے بہت مہلک ثابت ہوا۔ وہ اس بھرپور مکے کو برداشت نہ کر سکا اور مر گیا۔

یہ کیا ہوا؟ موسیٰ نے پریشانی کے عالم میں کہا۔ میں نے ہرگز اسے قتل کرنے کی نیت سے مکہ نہیں مارا تھا۔ بلکہ میرا مقصد تو صرف ایک مظلوم بنی اسرائیلی کی مدد کرنا تھا۔ آپ نے فوراً خدا تعالیٰ سے معافی مانگی توبہ کی اور اپنے اس فعل پر ندامت کا اظہار کیا۔ اور یہ بات وہیں ختم ہوگئی۔ اور کسی کو اس واقعے کے بارے میں پتہ نہ چلا۔

اگلے روز موسیٰؑ شہر سے گزر رہے تھے تو اچانک کیا دیکھا کہ وہی بنی اسرائیلی شخص جو گزشتہ رات ایک مصری سے لڑائی کر رہا تھا آج پھر ایک مصری سے جھگڑ رہا ہے۔ اور موسیٰؑ کو مدد کے لئے بلا رہا ہے۔ موسیٰؑ نے یہ منظر دیکھا تو جان لیا کہ یہ بنی اسرائیل کوئی فسادی شخص ہے جو روزانہ ہی لوگوں سے جھگڑے کرتا ہے۔ آپ نے اس سے کہا کہ تو بہت بڑا فسادی ہے اور روزانہ جھگڑے کرتا ہے۔ لیکن پھر بھی آپ نے لڑائی ختم کروانے لئے جب ان دونوں کی طرف قدم بڑھائے تو وہ فسادی بنی اسرائیلی یہ سمجھا کہ موسیٰ مجھ سے ناراض ہو کر مجھے مارنے کے لئے آرہے ہیں وہ یہ دیکھ کر خوف کے مارے چلایا۔ اے موسیٰؑ کیا تو مجھے مارنا چاہتا ہے جیسا کہ کل تو نے ایک آدمی کو مکہ مار کر قتل کر دیا ہے۔ تو کمزور لوگوں کو دبا کر اپنی حکومت بنانا چاہتا ہے اور اصلاح کرنا تیرے پیش نظر نہیں ہے! وہ جاہل بنی اسرائیلی خوف کے مارے بلا سوچے سمجھے بولتا چلا جا رہا تھا۔ لیکن اس کا یہ بولنا حضرت موسیٰؑ کے لئے بے حد خطرناک ہوگیا۔ یہ خبر شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ رات ایک مصری کو موسیٰؑ نے مکہ مار کر قتل کر دیا ہے۔ مصری قوم سخت جوش میں تھی کہ اس جرم کی سزا موسیٰؑ کو دی جائے۔ وہ موسیٰؑ کو قتل کرنا چاہتے تھے تا کہ اپنے مصری بھائی کی موت کا بدلہ چکا سکیں۔ بات بڑھتے بڑھتے سرداران مصر تک جا پہنچی اور انہوں نے مل کر موسیٰ کو قتل کرنے کا حکم جاری کر دیا یہ فیصلہ کر دیا گیا کہ ایک مصری کے قتل کے جرم میں موسیٰؑ کو قتل کر دیا جائے۔

اب اس شہر میں ٹھہرنا موسیٰؑ کے لئے بہت خطرناک تھا وہ کسی وقت بھی پکڑے جا سکتے تھے اور اس مصری کو قتل کرنے کے جرم میں آپ کو موت کی سزا دی جا سکتی تھی۔ لیکن موسیٰ ان باتوں سے بے خبر تھے۔ انہیں معلوم ہی نہیں تھا کہ ان کے متعلق حکومت کی طرف سے کیا فیصلہ کیا جا چکا ہے۔

موسیٰؑ موسیٰؑ میری بات سنو موسیٰؑ! ایک شخص جو موسیٰؑ کے دوستوں میں سے تھا دوڑتا ہوا موسیٰ کی طرف آرہا تھا وہ شہر کے اس حصے سے آرہا تھا جہاں موسیٰؑ کو موت کی سزا دینے کا فیصلہ کیا جا چکا تھا۔ وہ ہانپتا ہوا موسیٰؑ کو یہ اطلاع دینے کیلئے آیا تھا کہ موسیٰؑ کو جلد از جلد مصر سے نکل جانا چاہئے ورنہ وہ جلد ہی گرفتار کر لیا جائے گا۔ موسیٰؑ تم فوراً یہاں سے نکل جاؤ! ورنہ مصری تمہیں پکڑ لیں گے اور پھر .... پھر تم جانتے ہی ہو کہ کیا ہوگا۔ وہ ہانپتا ہوا بولا۔ دیکھو میں تمہارا دوست ہوں خیر خواہ ہوں۔ اس لئے بالکل سچ بات تمہیں بتا رہا ہوں۔ تم اگر فوراً یہاں سے نہ نکلے تو پھر تمہاری زندگی کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔

موسیٰؑ کو اس کی بات کا یقین تھا۔ اس لئے آپ نے اپنے اس دوست کے مشورے کے مطابق فوراً مصر سے نکل جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اور پوری احتیاط کے ساتھ شہر سے باہر جانے والے راستے کی طرف چل پڑے۔ آپ پوری احتیاط کے باوجود انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ شہر کی حدود سے باہر نکل گئے۔ اور مدین شہر کا رخ کیا۔ (یہ وہی شہر ہے جس کا ذکر ہم حضرت شعیب کے واقعات میں پڑھ چکے ہیں)۔

حضرت موسیٰؑ علیہ السلام کا تمام سفر دعائیں کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے خیریت سے گزر گیا اور آپ ظالم فرعون اور اس کی قوم کی پہنچ سے دور مدین شہر میں پہنچ گئے۔ آپ کا سفر کافی لمبا اور تھکا دینے والا تھا اس لئے مدین پہنچ کر آپ نے سکون کا سانس لیا۔ مدین شہر کے آغاز میں ایک ٹھنڈے پانی کے چشمے کے پاس آپ ایک درخت کے نیچے ستانے کیلئے بیٹھ گئے۔ آپ مدین تو آگئے تھے لیکن آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ اب آگے کہاں جانا ہے۔ رہنے کا انتظام کیا ہوگا کھانے پینے کا کیا بنے گا۔ بہرحال اللہ مالک ہے۔ آپ نے اپنے دل میں سوچا اور چشمے پر موجود لوگوں کا جائزہ لینے لگے۔ آپ نے دیکھا کہ چشمے پر کئی چرواہے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے۔ کافی رش لگا ہوا تھا جس کی وجہ سے لوگوں کو پانی پلانے میں دقت ہو رہی تھے۔ دھکم پیل کے اس منظر سے تھوڑی دور دو لڑکیاں اپنے جانور لئے کھڑی تھیں اور اپنے جانوروں کو پانی سے ہٹا رہی تھیں تا کہ وہ لوگوں کے ہجوم میں گھس کر کہیں گم نہ ہو جائیں۔ حضرت موسیٰؑ نے جب یہ معاملہ دیکھا کہ چرواہے ان لڑکیوں کو آگے نہیں آنے دے رہے اور نہ ہی وہ شرم و حیاء کی وجہ سے ان چرواہوں کے قریب جا رہی ہیں تو آپ آگے بڑھے اور ان سے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟

ایک لڑکی نے جواب دیا کہ ہم دونوں بہنیں ہیں اور ہمارا باپ کافی بوڑھا ہے۔ اس لئے وہ جانور لیکر نہیں آسکتا مجبور جانوروں کو پانی پلانے کے لئے ہمیں آنا پڑتا ہے۔ لیکن ان چرواہوں میں گھس کر ہم پانی نہیں پلا سکتی۔ اس لئے ہم انتظار کر رہی ہیں کہ کب یہ چشمہ ان چرواہوں سے خالی ہو اور ہم اپنے جانوروں کو پانی پلا کر گھر واپس لوٹیں۔

حضرت موسیٰؑ کو ان لڑکیوں پر بڑا ترس آیا۔ آپ نے لڑکیوں کے جانور لیکر اس چشمے سے ان کو پانی پلوا دیا اور جانور ان لڑکیوں کے حوالے کر کے خاموشی سے واپس آ کر درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور ایک مرتبہ پھر خدا تعالیٰ سے دعاؤں میں مصروف ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کیلئے مدین میں رہنے کا اس طرح سامان کیا

کہ وہی دونوں بہنیں جب گھر واپس گئیں تو انہوں نے اپنے والد کے پاس سارا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ والد محترم! ہم تو اس روز روز کی مصیبت سے تھک گئی ہیں۔ اگر آپ ہماری بات مان لیں تو اس نوجوان کو جس نے آج ہماری مدد کی تھی ملازم رکھ لیں وہ بہت نیک اور شریف لگتا ہے اور پھر ہے بھی مضبوط جسم کا مالک ہمارے سارے کام کر دیا کرے گا۔

لڑکیوں کا باپ اپنی بیٹیوں کی تکلیف سے واقف تھا اس لئے اس نے اس مشورے کو پسند کیا اور ان میں سے ایک کو بھیجا کہ جاؤ اور اس نوجوان کو بلا لاؤ۔ وہ لڑکی باپ کی بات سن کر شرماتی ہوئی حضرت موسیٰؑ کے پاس آئی جو ابھی تک اس درخت کے نیچے بیٹھے دعا میں مصروف تھے۔ اس نے آ کر کہا کہ اے نوجوان! ہم نے اپنے والد کے پاس تمہارا ذکر کیا تھا وہ تمہارے کام سے بہت خوش ہوئے ہیں اور تمہیں گھر بلا رہے ہیں۔ اگر تم میرے ساتھ چلو تو میں تمہاری شکر گزار ہوں گی۔ حضرت موسیٰؑ تو پہلے ہی خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی امداد کے منتظر تھے۔ لڑکی کی بات سنی تو فوراً سمجھ گئے کہ خدا تعالیٰ نے میری دعا سن کر مدین میں میرے رہنے کا انتظام فرما دیا ہے۔ آپ خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اٹھے اور لڑکی کے ساتھ اس کے گھر کی جانب چل دیئے۔

اے نوجوان! تمہاری شرافت نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔ لڑکیوں کے والد نے حضرت موسیٰؑ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنے ساتھ اپنے گھر میں رکھ لوں۔ اس کے لئے سب سے بہترین صورت جو میرے ذہن میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ تم میری ان دونوں بیٹیوں میں سے جس سے چاہو شادی کر لو اور ہمارے ساتھ رہنا شروع کر دو۔ لیکن اس کے لئے میری ایک شرط ہے کہ تمہیں کم از کم 8 سال ہمارے ساتھ ہمارے گھر میں رہنا ہو گا کیونکہ تم جانتے ہو کہ ہم بالکل اکیلے ہیں ہمارے گھر میں کوئی مرد نہیں ہے جو گھر کے کام کاج کر سکے۔ اس لئے 8 سال تم ہمارے ساتھ رہو اس کے بعد تم جہاں جانا چاہو چلے جانا۔ ہاں اگر اس کے بعد بھی تم ایک دو سال اور ہماری خدمت کر دو تو یہ تمہاری طرف سے احسان ہو گا۔ پس اے نوجوان اگر تمہیں یہ بات منظور ہو تو بتاؤ تا کہ تمہاری شادی کی جا سکے۔ حضرت موسیٰؑ نے بخوشی ان بزرگ کی یہ بات مان لی اور ان کی ایک بیٹی سے شادی کر کے سکون سے وہاں رہنے لگے۔ وقت گزرتا رہا اور بالآخر یہ مقررہ مدت پوری ہو گئی۔

حضرت موسیٰؑ اب مدین میں مزید نہیں رہنا چاہتے تھے اس لئے آپ نے اپنے سسر سے اجازت لی اور مدین سے نکل کھڑے ہوئے۔ سفر کرتے کرتے آپ جب طور پہاڑ کے پاس سے گزر رہے تھے تو پہاڑی کی طرف آپ نے ایک آگ دیکھی۔ آپ نے اپنے گھر والوں کو وہیں رکنے کیلئے کہا اور فرمایا کہ تم ٹھہرو میں دیکھ کر آتا ہوں کہ یہ آگ کیسی ہے۔ شاید یہاں کوئی لوگ آباد ہوں یا کچھ اور بات ہو۔ میں دیکھ کر آتا ہوں۔ آپ طور کی جانب بڑھے جب اس آگ کے قریب پہنچے تو آپ کو ایک عظیم الشان جلالی آواز سنائی دی۔

’’اے موسیٰؑ! میں اللہ ہوں جو سب جہانوں کا رب ہے۔ تو اپنا سونٹا جو تیرے ہاتھ میں ہے زمین پر پھینک دے۔‘‘

موسیٰؑ نے یہ حکم سنا تو فوراً اپنا سونٹا زمین پر پھینک دیا۔ لیکن آپ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ سونٹا زمین پر گرتے ہی ایک سانپ نظر آنے لگا۔ آپ یہ دیکھ کر گھبرا گئے اور پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے کہ پھر وہی آواز سنائی دی۔

’’اے موسیٰؑ! مت بھاگ۔ آگے بڑھ اور بالکل خوف نہ کر۔ تو بالکل امن سے رہے گا تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔‘‘

آپ آگے آئے تو پھر آواز آئی۔

’’اے موسیٰؑ! اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال تو دیکھے گا کہ جب یہ ہاتھ باہر آئے گا تو بغیر کسی بیماری کے یہ سفید ہو گا۔ یہ چند معجزات ہیں جو ہم نے تجھے دیئے ہیں تو ان کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس جا اور انہیں نافرمانی اور مظالم سے منع کر۔ آج سے تو ہمارا رسول ہے۔ ہم تیرے ساتھ ہیں۔‘‘

حضرت موسیٰؑ اتنی بڑی ذمہ داری کا سن کر حیران رہ گئے۔ آپ تو مصر سے سزائے موت کے ڈر سے نکلے تھے۔ اور اب آپ کو یہ حکم دیا جا رہا تھا کہ آپ اس شہر میں جا کر فرعون اور اس کے سرداروں کو حق کی طرف بلائیں۔ آپ کو اپنی جان کا تو اتنا خوف نہیں تھا لیکن آپ کو یہ خیال ضرور تھا کہ وہ لوگ مجھے قاتل سمجھتے ہیں وہ کیسے مجھے خدا تعالیٰ کا پیغمبر مانیں گے۔ وہ کیسے یہ تسلیم کریں گے کہ میں نے وہ قتل جان بوجھ کر نہیں کیا تھا بلکہ وہ ایک اتفاقی حادثہ تھا۔ اسی وجہ سے آپ نے عرض کیا۔

’’اے میرے رب! تو جانتا ہے کہ میں غلطی سے ان کا ایک آدمی مار چکا ہوں۔ اب اگر میں تیرا پیغام لے کر مصریوں کے پاس گیا تو وہ میری بات سننے سے پہلے ہی مجھے مار دیں گے اور میرا کام پورا نہیں ہو سکے گا۔ اے میرے خدا! میرا بھائی ہارون مجھ سے زیادہ اچھی طرح کلام کر لیتا ہے تو اسے بھی میرے ساتھ مددگار کے طور پر نبی بنا دے تا کہ اگر مصری میری تکذیب کریں یا مجھے کوئی نقصان پہنچا دیں تو تیرا پیغام پھر بھی ان تک پہنچ جائے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسی کی یہ دعا قبول کر لی اور فرمایا کہ تم دونوں بھائی ہمارے حکم سے فرعون اور اس کی قوم کی طرف جاؤ انہیں ہمارا پیغام دو۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں وہ ہرگز تم پر غالب نہیں آ سکتے اور نہ ہی تمہیں کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ یہ بات سن کر حضرت موسیٰؑ کی ڈھارس بندھی اور آپ کو معلوم ہو گیا کہ خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے۔ مصری ہرگز آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ (دراصل حضرت موسی کی ہجرت کے بعد (غالباً) وہ فرعون مر گیا تھا جس کے زمانے میں آپ مصر سے مدین کی طرف گئے تھے۔ اس کے مرنے سے اس کے زمانے کے قوانین وغیرہ بھی ختم ہو گئے تھے جس کی وجہ سے اس کے وقت کے جرم پر نیا فرعون سزا نہیں دے سکتا تھا۔ چنانچہ آپ مصر گئے اور ایک نیا دور شروع کیا)۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارون خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت مصریوں کو ظلم سے روکنے لگے۔ انہیں بتانے لگے کہ ان کا ایک خدا ہے جو تمام طاقتوں والا ہے اور سب کا مالک ہے۔ اس نے تمام انسانوں کو پیدا کیا ہے اور وہی سب کو پالتا ہے۔ سب کی دیکھ بھال کرتا ہے اور رزق مہیا کرتا ہے۔ فرعون مصر کے بلند و بانگ دعوی کے مقابل پر یہ ایک نئی تعلیم تھی جو فرعونوں کے متکبرانہ دعوؤں کو جھٹلا رہی تھی اس لئے فرعون کا ان باتوں پر چونکنا ایک فطری امر تھا۔ فرعون جانتا تھا کہ اگر موسیٰؑ اور ہارون کے بیان کردہ خیالات عوام میں مشہور ہو گئے تو اس کی حکومت اور بادشاہت خاک میں مل جائے گی۔ اس لئے اس نے موسیٰؑ کو اپنے دربار میں بلا بھیجا اور ان خیالات کے بارے میں دریافت کیا۔ فرعون کے بھرے ہوئے دربار میں حضرت موسیٰؑ پورے عزم اور استقلال کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے اور فرعون کو اپنے خدا کا پیغام پہنچا رہے تھے۔ آپ نے فرعون سے کہا۔

اے بادشاہ! اے فرعون!! میں تمام جہانوں کے رب کی طرف سے ایک پیغامبر کے طور پر آیا ہوں۔ مجھے خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے تا کہ میں مظلوم بنی اسرائیل کو تیرے ظلم سے رہائی دلواؤں۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ تو ظلم سے باز آجا اور بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے۔ تا کہ ہم سب تیری اس حکومت سے نکل کر اپنے آبائی وطن یعنی فلسطین کی طرف چلے جائیں۔ (حضرت یعقوبؑ کے واقعات میں ہم نے پڑھا تھا کہ جب حضرت یعقوبؑ کو مصر میں طاقت حاصل ہو گئی تھی تو آپ کے والد حضرت یعقوبؑ اور آپ کے بھائی بھی مصر میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ حضرت یعقوبؑ کے انہی سب بیٹوں کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے اور یہ لوگ حضرت موسیٰؑ کے زمانے تک ابھی مصر میں ہی رہ رہے تھے۔ حضرت یعقوبؑ کے زمانے میں تو یہ بڑی عزت کے ساتھ مصر میں آئے تھے لیکن بعد میں آہستہ آہستہ مقامی لوگوں نے ان پر ظلم شروع کر دیئے اور انہیں غلام بنا لیا۔ اب اس فرعون کے زمانے میں یہ مظالم انتہا کو پہنچ گئے تھے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی حالت پر رحم کھا کر ان کی نجات کیلئے حضرت موسیٰؑ کو بھیجا تھا)۔

حضرت موسیٰؑ نے جب فرعون سے یہ کہا کہ بنی اسرائیل پر بہت ظلم ہو چکے اب انہیں معاف کر دو اور میرے ساتھ مصر سے نکلنے کی اجازت دے دو تو فرعون کو یہ بات بہت ناگوار گزری۔ وہ کیسے مفت کے غلاموں کو ہاتھ سے جانے دیتا۔ اس نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ اے موسی! ہم جانتے ہیں کہ تو سچ بات نہیں کہہ رہا لیکن پھر بھی ہم تجھے ایک موقعہ دیتے ہیں۔ تو اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے تو اس کا ثبوت پیش کر۔ تیرے پاس اس بات کی کیا نشانی ہے کہ تو خدا کی طرف سے آیا ہے؟

حضرت موسیٰؑ نے فرعون کی بات سنی تو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا تھا۔ آپ نے اپنا سونٹا بھرے دربار میں زمین پر پھینک دیا۔ سونٹا زمین پر گرتے ہی ایک بڑے اژدھے کی شکل اختیار کر گیا اس نشان کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ والا نشان دکھایا اور فرعون اور اس کے سرداروں سے کہا کہ یہ دیکھو! نشانیاں اب تو مان جاؤ کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور بنی اسرائیل کو آزاد کر دو۔ یہ کھلی کھلی نشانیاں دیکھ لینے کے باوجود بھی فرعون اور اس کے سردار یہ ماننے کے لئے تیار نہ تھے کہ موسیٰؑ خدا کا نبی ہے۔ ان کا خیال تھا کہ موسیٰؑ کہیں سے جادو سیکھ کر آ گیا ہے اور اب ہمیں اس جادو کے ذریعے ڈرانا چاہتا ہے۔

اب کیا کیا جائے؟ فرعون نے اپنے سرداروں سے مشورہ کیا۔ یہ تو کوئی بہت بڑا جادوگر معلوم ہوتا ہے۔ بادشاہ سلامت! سرداروں نے جواباً

کہا۔ ہمارا خیال ہے کہ موسیٰؑ اور اس کے بھائی ہارون کو ابھی فی الحال ان کے حال پر چھوڑ دیں اور ملک بھر کے بڑے بڑے جادوگروں کو بلوا کر ان کا موسیٰؑ سے مقابلہ کروادیں اس طرح جب یہ ان جادوگروں سے ہار جائے گا تو لوگ خود ہی جان لیں گے کہ یہ سب دھوکہ بازی تھی۔

ٹھیک ہے ٹھیک ہے! تمام دربار نے اس بات کی تائید کی اور حکم دے دیا گیا کہ ملک کے تمام نامور جادوگروں کو بلوا کر موسیٰؑ سے ان کا مقابلہ کروایا جائے۔

آج موسیٰؑ اور جادوگروں میں مقابلے کا دن تھا۔ تمام ملک کے بڑے بڑے جادوگروں کو فرعون نے موسیٰؑ کے مقابل پر بلا لیا تھا اور ان سے کہا تھا کہ اگر تم جیت گئے تو تمہیں بے انتہا مال و دولت دی جائے گی۔ اور میں تمہیں اپنے قریبی لوگوں میں بھی شامل کرلوں گا۔ یہ بہت بڑا لالچ تھا جس کی وجہ سے جادوگر اپنے بہترین فن کا مظاہرہ کر کے موسیٰؑ کو شکست دینا چاہتے تھے لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ آج ان کا مقابلہ کسی جادوگر سے نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کے ایک بزرگ نبی سے ہے جسے شکست دینا ان کے بس میں نہیں ہے۔ لوگوں کی بہت بڑی تعداد اس مقابلے کو دیکھنے کیلئے بے تاب ہو رہی تھی۔ اور بالآخر مقابلہ شروع کرنے کا اعلان کر دیا گیا۔

حضرت موسیٰؑ نے جادوگروں کو پیشکش کی کہ پہلے تم اپنے جادو دکھاؤ اور جو چاہے جادو پیش کرو۔ جادوگروں نے یہ سن کر اپنے جادو شروع کئے۔ ایسے حیرت انگیز طور پر انہوں نے جادو کے کمالات کئے کہ عام لوگوں کے دل دہل کر رہ گئے۔ ایسے خطرناک جادو لوگوں نے اس سے پہلے نہ دیکھے تھے۔ لیکن حضرت موسیٰؑ بڑے سکون کے ساتھ جادوگروں کی ان حرکتوں کو دیکھ رہے تھے۔ آپ ذرہ برابر بھی خوفزدہ نہ تھے کیونکہ آپ جانتے تھے کہ خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے اور آخر کار فتح آپ ہی کا مقدر ہے۔

جب جادوگر اپنی سی پوری کوشش کر چکے اور آپؑ کو خوفزدہ نہ کر سکے تو آپؑ نے اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق اپنے سونٹے کو زمین پر پھینکا۔ آپؑ کا ایسا کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے تمام جادو کا اثر یکا یک زائل ہو گیا۔ جادو کی وہ تمام فضا جو تمام جادوگروں نے بڑی محنت سے تیار کی تھی ایک لمحے میں بکھر کر رہ گئی۔ جادوگر حیران و پریشان کھڑے تھے کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ اور بالآخر وہ سب یہ سمجھ گئے کہ یہ شخص کوئی جادوگر نہیں ہے بلکہ خدا کی طرف سے آیا ہوا ہے ورنہ کسی جادوگر کے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ ایسے عظیم جادوگروں کے طلسم کو توڑ سکتا۔ تمام جادوگر بے اختیار دوڑتے ہوئے آئے اور حضرت موسیٰؑ کے قدموں میں گر کر معافی مانگنے لگے۔ فرعون کا سارا تکبر ٹوٹ کر رہ گیا تھا۔ لوگوں کی اکثریت جان چکی تھی کہ موسیٰؑ سچے ہیں اور خدا کے نبی ہیں لیکن فرعون کے ظلم اور سزاؤں کے خوف سے وہ موسیٰ کی باتوں پر ایمان نہ لائے اور نہ ہی موسیٰؑ کے ساتھ شامل ہوئے۔ البتہ موسیٰ کی اپنی قوم یعنی بنی اسرائیل آپ کو خدا کا نبی مان چکی تھی اور آپ کے ذریعے سے نجات کی منتظر تھی۔

وقت گزرتا گیا اور حضرت موسیٰؑ مصری قوم اور فرعون کو تبلیغ کرتے رہے لیکن ان پر کوئی بھی اثر نہ ہوا بلکہ فرعون نے پہلے سے بڑھ کر بنی اسرائیل پر اور حضرت موسیٰؑ کے ماننے والوں پر ظلم ڈھانے شروع کر دیئے۔ اب یہ مظالم ناقابل برداشت ہوتے چلے جا رہے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ اپنی قوم کو لیکر اس ظالم حکومت سے نکل جاؤ۔ آپ نے اپنی قوم کو ہجرت کے بارے میں بتایا اور ایک روز چپکے سے اپنی قوم کو ساتھ لے کر مصر سے نکل کھڑے ہوئے۔

خدا کا عظیم نبی موسیٰؑ آج مصر کی سرزمین کو چھوڑ رہا تھا۔ کئی سو سال پہلے حضرت یعقوبؑ اس سرزمین کی طرف آئے تھے اور آج ان کی اولاد یہاں سے رخصت ہو رہی تھی۔ بنی اسرائیل اس علاقے کو چھوڑنا تو نہیں چاہتے تھے لیکن فرعون وقت کے ناقابل برداشت مظالم کی وجہ سے انہیں ایسا کرنا پڑ رہا تھا۔ آج ان کے دل غمگین بھی تھے اور خوش بھی۔ اور خوشی اور غمی کے اس ملے جلے احساس کے ساتھ وہ لمحہ بہ لمحہ فرعون کی بادشاہی سے دور ہوتے چلے جا رہے تھے۔

فرعون کو جب اس بات کی اطلاع ملی کہ موسیٰؑ اپنے ماننے والوں سمیت شہر چھوڑ کر جا چکا ہے تو اس کے غصے کی کوئی انتہا نہ رہی۔ وہ اسے اپنی شکست خیال کر رہا تھا کہ موسیٰؑ اس کے غلاموں کو اس کی اجازت کے بغیر ملک سے نکال کر لے جائے۔ اس نے فوراً اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ اور اپنے بڑے بڑے سرداروں کے ساتھ خود اس لشکر کی قیادت کرتا ہوا بنی اسرائیل کے تعاقب کیلئے نکل کھڑا ہوا۔ اسے یقین تھا کہ وہ جلد ہی موسیٰؑ اور اس کے ساتھیوں کو جالے گا۔ اور پھر ...... پھر وہ انہیں ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ وہ دل ہی دل میں شاید انہیں سخت ترین سزائیں دینے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ طوفانی رفتار سے سفر کرتے ہوئے فرعون اور اس کے لشکر نے بحیرہ احمر کے پاس بنی اسرائیل کو جالیا۔

فرعون کو دور سے بنی اسرائیل نظر آ رہے تھے جو اس کے لشکر کو دیکھ کر تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے۔ سمندر کا پانی اس وقت کچھ پیچھے ہٹا ہوا تھا جس کی وجہ سے بنی اسرائیل کے گزرنے کی جگہ بن گئی تھی۔ یہ بھی دراصل اللہ تعالیٰ کا خاص سلوک تھا حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتادیا کہ فلاں جگہ سے پانی اس وقت ہٹا ہوا ہے۔ وہاں جا کر دیکھو اپنا سونٹا مار کر اس جگہ کی نشان دہی کرو اور وہاں سے گزر جاؤ۔ چنانچہ آپ خدائی راہنمائی کے ماتحت اس راستے سے جو خدا تعالیٰ نے آپ کیلئے بنادیا تھا گزر گئے۔ فرعون بھی اب اپنے لشکر سمیت سمندر تک آ پہنچا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ موسیٰؑ اور اس کے ساتھ سمندر میں بنے ہوئے ایک راستے سے گزر رہے ہیں تو اس نے بھی اپنی سواریوں کو اس راستے پر ڈال دیا۔ فرعون اپنے لشکر سمیت سمندر میں داخل ہو چکا تھا۔ اور اسے یقین تھا کہ اب بنی اسرائیل کو اس کے ہاتھ سے کوئی نہیں بچا سکتا کہ اچانک خدا تعالیٰ کی تقدیر نے اپنا ہاتھ دکھایا۔ پانی اچانک بلند ہونے لگا اور وہ راستہ جو سمندر میں پانی کے کم ہونے کی وجہ سے بن گیا تھا یکا یک ڈوبنے لگا۔ سواریاں پانی بلند ہونے کی وجہ سے پھنس کر رہ گئیں۔ اب فرعون اور اس کے ساتھی نہ آگے جا سکتے تھے اور نہ پیچھے پانی اس قدر تیزی سے بلند ہوا کہ فرعون اور اس کے ساتھی ڈوبنے لگے۔ فرعون درد بھرے الفاظ میں چلا رہا تھا کہ اے میرے رب۔ اے موسیٰؑ اور ہارون کے رب میں تجھ پر ایمان لاتا ہوں۔ میں ڈوب رہا ہوں مجھے بچالے۔ میں بنی اسرائیل کی مخالفت سے باز آتا ہوں مجھے بچالے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا اب ایمان لاتا ہے جب کہ اس سے پہلے تو نے نافرمانی میں حد کر دی تھی۔ لیکن پھر بھی ہم ایک نشان کے طور پر تیرے بدن کو نجات دے دیتے ہیں۔ لیکن روحانی طور پر زندگی تجھے کبھی بھی نہیں ملے گی۔

حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل نے ایک لمحے کیلئے پیچھے مڑ کر دیکھا جہاں فرعون اور اس کا لشکر چیخ و پکار میں مصروف تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ فرعون کے ساتھی اسے بچانے کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے فرعون کو سمندر سے باہر نکال لیا تھا لیکن وہ اس قابل ہرگز نہیں تھے کہ اب مزید پیچھا کر سکتے۔ بنی اسرائیل کے لوگوں نے اپنے خدا کا شکر ادا کیا اور آگے بڑھ گئے۔ فرعون کے لشکر کی چیخ و پکار لمحہ بہ لمحہ ان سے دور ہوتی جا رہی تھی۔

غلامی کے ایک لمبے دور نے بنی اسرائیل کے کردار اور اخلاق پر بہت برا اثر ڈالا تھا۔ وہ قدم قدم پر خدا تعالیٰ کے نشانات دیکھ چکے تھے پھر بھی ابھی ان کی بزدلی پورے طور پر گئی نہ تھی۔ وہ حضرت موسیٰؑ کے ساتھ مصر سے نکل تو آئے تھے لیکن ابھی ان کے ایمان پوری طرح مضبوط نہ تھے۔ بار بار وہ حضرت موسیٰ کو تنگ کرتے کبھی کسی بات پر اور کبھی کسی بات پر۔ نہ جانے کیوں اللہ تعالیٰ کے خاص فضلوں اور احسانوں کو دیکھنے کے باوجود بھی وہ پوری طرح مطمئن نہ تھے۔

یہی وجہ تھی کہ جب حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ارض مقدس یعنی فلسطین کی فتح مقدر کر دی ہے اس لئے آگے بڑھ کر ہمیں اس کیلئے پیش قدمی کرنی چاہئے تو قوم نے صاف انکار کر دیا۔ وہ کہنے لگے۔ ''اے موسیٰؑ؟ ہم کیسے ارض مقدس میں داخل ہو سکتے ہیں جب کہ وہاں رہنے والے لوگ طاقتور اور مضبوط ہیں۔ ہم ان کو شکست نہیں دے سکتے۔ ہاں اگر خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے وہ زمین مقدر کر دی ہے تو پھر پہلے اللہ تعالیٰ ان طاقتور لوگوں کو وہاں سے نکال دے پھر ہم داخل ہو جائیں گے۔ لیکن اے موسیٰؑ! ہم ان سے لڑنے کی طاقت بالکل نہیں رکھتے۔''

حضرت موسیٰؑ نے انہیں سمجھایا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اس نے ہم سے فتح کا وعدہ کر رکھا ہے تم آگے بڑھ کر تو دیکھو! لیکن قوم تھی کہ ماننے کا نام ہی نہ لیتی تھی۔ چند ایک نیک لوگوں کے سوا جن کو خدا کی تائید پر بھروسہ تھا باقی سب نے صاف انکار کر دیا بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ اے موسیٰؑ! اگر خدا تعالیٰ نے آپ سے فتح دینے کا وعدہ کر رکھا ہے تو پھر آپ ایسا کریں کہ آپ اور خدا تعالیٰ جا کر لڑیں۔ جب فتح ہو جائے تو ہمیں بلا لیں۔ ہم یہیں بیٹھے آپ کا انتظار کریں گے۔

یہ بزدلی کی انتہا تھی جو بنی اسرائیل اپنے مقدس نبی کو دکھا رہی تھی۔ اس کے نتیجے میں سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو 40 سال تک اس سرزمین میں داخل نہ ہونے دیا۔ وہ یہ سارا عرصہ ادھر ادھر بھٹکتے رہے اور جنگلوں کی خاک چھانتے رہے اور وہ یقینی فتح جس کا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے وعدہ کیا تھا نئی آنے والی نسل کے زمانے میں 40 سال کے بعد ہوئی۔ اس عرصے میں حضرت موسیٰؑ بھی وفات پا گئے۔ اور اپنے ماننے والوں کی بزدلی کی وجہ سے اس یقینی فتح کو اپنی زندگی میں نہ دیکھ سکے۔

پروفیسر مجید احمد بشیر

کچھ یادیں کچھ باتیں

ہمارے خاندان میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت ہمارے داداجان میاں حبیب اللہ صاحب کے چچا زاد بھائیوں صحابہ مسیح موعودؑ حضرت میاں سیف اللہ صاحب اور حضرت سندر حسین صاحب ولد کرم الٰہی صاحب کے ذریعہ داخل ہوئی۔ رجسٹر روایات (رفقاء) جلد نمبر 10 کے صفحہ 261 اور صفحہ 264 پر درج ہے کہ انہوں نے بالترتیب 1904ء اور 1905ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی۔ 1914ء میں ہمارے داداجان نے بیعت کر کے قادیان محلہ دارالبرکات میں سکونت اختیار کر لی اس طرح خلافت کے سایہ تلے یہ خاندان پروان چڑھنے لگا۔

پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خاکسار کی درخواست پر میرے دونوں بیٹوں عزیزم سعید احمد نذیر اور عزیزم نوید احمد ظفر کے نکاحوں کا اعلان کرتے ہوئے از راہ شفقت فرمایا کہ ’’یہ خاندان قادیان کے پرانے خاندانوں سے ہے اور جماعت سے گہرا تعلق ہے۔‘‘ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

دراصل خلافت کی شفقتوں کا سلسلہ تو والدین سے ہی شروع ہوگیا تھا چنانچہ ہمارے پیارے والدین کا نکاح بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 1949ء میں کچی بیت مبارک ربوہ میں بعد نماز مغرب پڑھا تھا۔ جس کا کچھ حصہ بعد میں ہمارے گھر کا حصہ بن گیا۔ جہاں ہمارا بچپن گزرا۔

جہاں تک خاکسار کا تعلق ہے خلافت کی شفقتوں کا آغاز پیدائش سے ہی ہوگیا تھا جب محترم اباجان کی درخواست پر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خاکسار کا نام مجید احمد تجویز فرمایا تھا۔ حضرت مصلح الموعودؓ کی وفات پر خاکسار کی عمر 10 سال تھی۔ لیکن یاد ہے کہ محترمہ والدہ ہمیں کبھی کبھی حضور سے ملانے لے جایا کرتی تھیں۔ ہماری چھوٹی پھوپھو جو کہ سلائی کرتی تھیں ان کا خاندان مسیح موعود علیہ السلام کے گھروں میں آنا جانا رہتا تھا۔

خلافت ثالثہ میں شفقتوں کا سلسلہ بڑھتا ہی چلا گیا۔ ویسے بھی ذرا ہوش آنی شروع ہوگئی تھی۔ والد صاحب چھٹی پر تشریف لاتے تو ہمیں ضرور ملاقات پر لے کر جاتے۔ جلسہ سالانہ پر ملاقاتوں کی بات ہی کچھ اور تھی۔ والد محترم کی طرف سے خصوصی ہدایت ہوتی کہ وقت ملاقات جلسہ سالانہ کی ڈیوٹی سے رخصت حاصل کر کے حاضر ہوں تا ملاقات ہو سکے۔

پھر خلافت کے سایہ تلے ہم بڑے ہوتے رہے۔ میٹرک کے امتحانات کے بعد کالج میں داخلہ ہوا۔ ایف ایس سی اور بی ایس سی میں خدام الاحمدیہ کی طرف سے خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ہمراہ گرمیوں میں ایبٹ آباد اور جہلم کے سفروں میں جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان سفروں میں حضورؒ کے سنگ گزارے ہوئے لمحات زندگی کا سرمایہ ہیں اور کبھی نہیں بھلائے جا سکتے۔ بعد نماز مغرب حضور کی مجالس عرفان میں شرکت کرتے۔ گو اس وقت عمر میں پختگی نہ تھی مگر اپنے آپ کو خوش قسمت ترین تصور کرتے تھے اور اپنی اس خوش بختی پر پھولے نہیں سماتے تھے۔ حضورؒ بعض دفعہ از راہ شفقت فرداً فرداً ہمارا حال بھی دریافت کرتے۔ خوراک کا پوچھتے اور پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو ہدایات جاری فرماتے۔ وہ لمحے نہیں بھولتے جب روزانہ اپنے دست مبارک سے ایک روپے کا نیا نوٹ عنایت فرماتے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے بی ایس سی کے بعد ایک ملاقات کے دوران حضور انورؒ نے استفسار فرمایا کہ کیا کر رہے ہو۔ خاکسار نے عرض کی کہ حضور فارغ ہوں۔ فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ احمدی بچہ فارغ ہو۔ ایک چٹ پر حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابعؒ) کے نام سطور میں لکھا کہ عزیزم کو بھجوا رہا ہوں مناسب بندوبست کیا جائے۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابعؒ) جو اس وقت ناظم وقف جدید تھے ان کی سفارش پر ملک منور صاحب (مرحوم) نائب ناظر دارالضیافت جو کہ اس وقت لاہور میں تھے ان کے نام ایک رقعہ ملا اور ان کی کوشش سے بی ایس سی کے امتحانات کے بعد ایم ایس سی کے داخلہ تک لاہور میں Eclipse Dyers and Dry Cleaners کے ہاں ملازمت کی۔

خاکسار کی پیاری امی کو پِتّے کے درد کا عارضہ تھا۔ بعض دفعہ تکلیف اتنی بڑھ جاتی کہ برداشت سے باہر ہوتی۔ ایک دفعہ صبح تکلیف ہوئی اور بڑھتے بڑھتے خطرناک ہوگئی۔ حضورؒ کی خدمت میں دعا اور رہنمائی کے لئے لکھا۔ جب یہ پیغام حضور انورؒ کی خدمت میں بھجوایا گیا تو محترم ڈاکٹر لطیف احمد قریشی صاحب حضور انورؒ کے ڈاکٹری معائنہ کے لئے موجود تھے۔ شفقت کا یہ عالم تھا کہ حضورؒ نے ڈاکٹر صاحب کو ہدایت جاری فرمائی۔ چنانچہ محترم ڈاکٹر صاحب وہاں سے سیدھے گھر تشریف لائے اور امی کا معائنہ کرنے کے بعد دوائی تجویز کی۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے، حضور انور کی دعاؤں سے بہت جلد ہماری امی جان کو افاقہ ہوگیا۔

خاکسار نے ایم ایس سی کے دوران نصرت جہاں کے لئے وقف کر دیا تھا۔ وہ دن بھی یاد ہے کہ امتحانات کے بعد ابھی ایم ایس سی کا رزلٹ نہیں آیا تھا کہ ایک دن حضورؒ نے یاد فرمایا۔ حضورؒ دفتر میں تشریف فرما تھے۔ میز کے اس طرف ایک دروازہ ہوتا تھا جہاں سے غالباً حضور انور اندرون خانہ تشریف لے جایا کرتے تھے۔ وہیں پاس ہی کرسی پر تشریف فرما تھے۔ حضور انور ڈاک ملاحظہ فرما رہے تھے۔ سلام کے جواب کے بعد ارشاد فرمایا کہ ’’تمہیں غانا بھجوا رہا ہوں۔ پانی نہیں وہاں۔ بجلی نہیں ہے۔ مینڈک کھانے پڑیں گے۔ جاؤ گے۔‘‘ ساتھ ہی فرمایا جاؤ تیاری کرو۔ ایک دو دفعہ صورتحال کی آگاہی کے لئے اور رہنمائی کے لئے حضورؒ سے ملاقاتوں کی سعادت حاصل ہوئی۔ 30 ستمبر کو الوداعی ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ درخواست کی کہ حضور بڑے بھائی (مکرم حنیف محمود صاحب) کی شادی ہے۔ فرمایا کہ شادیاں تو ہوتی رہتی ہیں۔ پہنچو تیاری کرو میں آرہا ہوں۔ چنانچہ حضور انور نے 1980ء کے اوائل میں افریقہ کا ایک تاریخ ساز دورہ فرمایا تھا۔

حضورؒ کی شفقتوں کا سلسلہ اس قدر وسیع تھا کہ دسمبر 1982ء میں جب خاکسار پاکستان آیا تو ہر طرف آنکھیں یادوں کی بارات لئے اس پرنور وجود کو ڈھونڈتی رہیں۔ یہ شاید خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی شفقتوں کا نتیجہ تھا اور بھرپور تعلق کا نتیجہ تھا کہ خلافت رابعہ کے آغاز میں ایک لمبا عرصہ خواب میں دونوں خلفاء نظر آتے رہے۔ بہرحال خلافت رابعہ کا آغاز ہو چکا تھا۔ میرے خیال میں مَیں نے پاکستان میں 3ماہ کا عرصہ گزارا۔ حضور انور کی شفقتوں کی داستان اتنی لمبی ہے کہ ناممکن ہے کہ یہاں بیان کر سکوں۔ شاید حضورؒ کو بھی میری اندرونی کیفیت کا اندازہ تھا۔ آپ نے اس خلاء کو جو خاکسار خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی وفات پر محسوس کر رہا تھا اس کو ایک دو ملاقاتوں میں ہی پُر کر دیا۔ 13دسمبر 1982ء کو پہلی ملاقات کی سعادت حاصل ہوئی۔ دربار خلافت میں حاضری دی۔ خاکسار نے حضورؒ کی خدمت میں ایک پین بطور تحفہ پیش کیا۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں انتہائی معمولی بات ہے۔ خلیفۂ وقت کے پاس تو ایک سے ایک بڑھ کر قیمتی پین موجود رہتے ہیں۔ یہ بات کہتے بھی شرم محسوس ہوتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا کہ میں نے یہ اصول بنایا ہوا ہے کہ واقف زندگی سے تحفہ وصول نہیں کرتا اس لئے مجبوری ہے۔ لیکن شاید حضورؒ نے میری اس وقت کی قلبی کیفیت کو محسوس فرمایا اور تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ چلو ایک کام کرتے ہیں میں تحفہ تو وصول نہیں کرتا ہاں میرے پین کے ساتھ تبدیل کر لو اور اپنی جیب سے پین نکال کر مجھے دے دیا اور اس طرح میرا تحفہ قبول فرمایا اور اس غلام کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اس وقت کی کیفیت کو الفاظ میں بیان کرنا ناممکن ہے۔

پھر خاکسار نے اپنا نکاح پڑھوانے کے لئے حضور انورؒ کی خدمت میں درخواست کی تو فرمایا کہ میں تو قانونی پیچیدگیوں کی وجہ سے نکاح نہیں پڑھاتا۔ پھر کچھ توقف کے بعد ایک درخواست پر اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا ’’مجبوری ہے نہیں پڑھا سکتا۔ ہاں نکاح کے وقت ضرور دعا میں شامل ہو سکوں گا۔ ملک سیف الرحمن صاحب نکاح پڑھائیں۔ کسی دن بعد نماز عصر رکھ لیں۔‘‘

نکاح کے بعد ایک اور درخواست لے کر حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضور شفقت فرمائیں اور شادی کی تقریب میں شرکت فرمائیں۔ امید نہیں تھی کیوں کہ جلسہ سالانہ کے بعد ملاقاتوں کا زور تھا۔ بیرون ممالک سے بھی وفود آئے ہوئے تھے۔ حضورؒ نے از راہ شفقت شرف ملاقات بخشا۔ درخواست پیش کی۔ استفسار فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ خاکسار نے عرض کی حضور شادی میں شرکت کی خواہش ہے۔ محترم اباجان اور محترم خسر صاحب کی درخواستیں ہیں۔ فرمایا ایک طرف آ سکتا ہوں بتاؤ کدھر آؤں۔ بچی کی طرف یا تمہارے گھر ولیمہ پر۔ خاکسار نے عرض کی حضور دعا پر تشریف لے آئیں۔ انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا۔ فرمایا یہ ٹھیک ہے۔ آپ کے اس جواب سے مجھے خوشی ہوئی ہے۔ فرمایا کہ چند منٹس کے لئے آؤں گا لیکن واہ رے خلافت حضور اپنے قیمتی وقت سے چند لمحے نکال کر تشریف لائے۔ تقریباً 45 منٹ حضور تشریف فرما رہے۔ دعا کروائی اور رخصت ہوئے۔ ولیمہ کے لئے فرمایا کہ میرے پیارے بھائی (حضرت مرزا وسیم احمد صاحب) قادیان سے تشریف لائے ہوئے ہیں۔ ربوہ میں ہیں۔ میری نمائندگی کریں گے۔ چنانچہ اگلے روز حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب حضور انور کی نمائندگی میں تشریف لائے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب محترم والد صاحب کے کلاس فیلو بھی تھے۔

شادی کے دو دن بعد حضور انور نے یاد فرمایا۔ ہم دونوں میاں بیوی حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فرمایا تمہارے لئے تحفہ رکھا ہوا ہے۔ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کے دفتر سے منگوا کر خود عنایت فرمایا۔ ایک چھوٹا ٹیپ ریکارڈر تھا اور کچھ رقم تھی۔ اہلیہ کی طرف دیکھ کر فرمایا اس کو ساتھ لے کر جانا ہے۔ خاکسار نے عرض کی کہ حضور چھٹی ختم ہو رہی ہے تو فرمایا کہ لکھو درخواست میں نے ہی منظور کرنی ہے۔ پریشانی کس بات کی ہے چنانچہ سارا بندوبست ہوا اور شادی کے بعد ہم دونوں اکٹھے ہی غانا گئے۔

1988ء میں حضورؒ نے مغربی افریقہ کا دورہ فرمایا۔ اکرا ایئر پورٹ پر حضور کی تشریف آوری ہوئی۔ استقبال کے لئے ہزاروں لوگوں کا مجمع تھا۔ خاکسار بھی مجمع میں اہلیہ کے ساتھ کھڑا تھا۔ حضور تیزی سے گزرتے ہوئے ہاتھ لہرا کر سلام کا جواب دے رہے تھے۔ اچانک رکے اور اہلیہ کو دیکھ کر فرمایا کہ ابھی تک یہیں پھنسی ہو۔ تمہاری بہن کو مل کر آ رہا ہوں۔ بالکل خیریت سے ہیں۔ فکر کی ضرورت نہیں ہے۔

پھر خاکسار کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ جب حضور انور اسار چر سکول کے دورہ پر تشریف لائے تو خاکسار اسکول کا پرنسپل تھا۔ یہ اسکول ایک چھوٹے سے ٹیلے کی چوٹی پر تھا۔ حضورؒ کے استقبال کے لئے بچے گیٹ سے ہی دو رویہ قطاروں میں جھنڈیاں پکڑے اس سڑک کے کنارے کھڑے تھے جو کہ نیچے مین روڈ سے اسکول تک آتی تھی اور کچی سڑک تھی۔ ہم سب حضور انورؒ کے انتظار میں کھڑے تھے کہ حضور کی گاڑی اوپر آتی ہے اور ہم استقبال کرتے ہیں۔ اچانک دیکھا کہ حضور پیدل ہی اوپر تشریف لا رہے ہیں۔ آتے ہی فرمایا کہ سکول کے بچے اتنے اچھے اور صاف ستھرے کپڑے پہنے سڑک کے دونوں طرف کھڑے تھے۔ کتنے خوبصورت لگ رہے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ میں گاڑی میں مٹی اڑاتا اوپر آ جاتا اس لئے میں نے گاڑی نیچے ہی رکوا دی تھی۔ واہ کیا پیار تھا بچوں سے۔

اوپر آتے ہی خاکسار کی بیٹی جو کہ میری انگلی پکڑے کھڑی تھی اس کو گود میں اٹھا لیا اور فرمایا آؤ فوٹو کھنچواتے ہیں۔ اور تمام حاضرین کے ساتھ جس میں اسکول کے اساتذہ بھی شامل تھے ایک فوٹو بنوایا۔ اور اس کے بعد سارے سکول کا دورہ فرمایا۔ کھیلوں کا پروگرام دیکھا۔ انعامات تقسیم فرمائے۔ خاکسار کی بیٹی انگلی پکڑے حضور انورؒ کے ساتھ ساتھ رہی۔ حتّی کہ جب سپورٹس کا پروگرام ہو رہا تھا تو یہ حضور انورؒ کی گود میں بیٹھی تھی۔ خاکسار نے ایک دو دفعہ عرض کی کہ حضور بچی مجھے دے دیں فرمایا نہیں رہنے دو۔ حضور انورؒ کے چلنے کی رفتار بھی ماشاء اللہ بہت تیز تھی۔ بیٹی کہیں گر گئی۔ اور روتے ہوئے عرض کی ''ابا حضور آپ بہت تیز چلتے ہیں''۔ حضور انورؒ اس کے بعد اس کے ساتھ ساتھ انتہائی دھیمی رفتار میں چلتے رہے۔ اور ایک جگہ حضور انور نے تقریباً بیٹھ کر اس سے کوئی بات بھی کی۔ یہ تو آج تک معلوم نہیں ہو سکا کہ حضور انور نے اس کے کان میں کیا کہا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ حضور انورؒ نے دریافت فرمایا تھا کہ اب تو تیز نہیں چل رہا۔

خلافت کا یہ غلام اپنے آقا کی اس شفقت کو کن الفاظ میں بیان کرے۔ ناممکن ہے۔ ایک دفعہ غانا میں اسار چر میں ہی السر کی شدید شکایت ہو گئی۔ بڑی مشکل میں دن گزر رہے تھے کہ اہلیہ نے حضور انور کو دعا کے لئے لکھا۔ پیارے آقا کا جواب آیا کہ کچھ کیلا خشک کر کے پیس لیں اور صبح شام دودھ کے ساتھ کھلائیں۔ اللہ فضل کرے گا اور آج تک اس کے بعد خاکسار کو یہ شکایت نہیں ہوئی۔

خاکسار کے پاس ان دنوں وہ گھر تھا جہاں پیارے آقا حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ مقیم تھے۔ یہ سعادت خاکسار کو حاصل رہی کہ سلاگا سے حضور انور کی ٹرانسفر پر خاکسار کی پوسٹنگ سلاگا ہوئی اور اس گھر میں رہنے کا موقع ملا جہاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مقیم تھے۔ پھر حضور انور کی جب تبدیلی ٹیمالے ہوئی تو خاکسار کی تبدیلی سلاگا سے اسار چر ہو گئی۔ اور یہاں بھی اسی گھر میں رہنے کا موقع ملا جہاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے قیام کے دوران مقیم تھے۔

خاکسار کے حصہ یہ سعادت آئی کہ حضرت خلیفة المسیح الرابعؒ جب اسکول کے دورہ پر تشریف لائے تو دوپہر کا کھانا خاکسار کے گھر پر تناول فرمایا۔ اسی دن جلسہ سالانہ غانا کا افتتاح بھی تھا۔ وقت کی قلت تھی۔ محترم امیر صاحب مولانا عبدالوہاب آدم صاحب مرحوم کی ہدایت تھی کہ 15 بیس منٹ میں فارغ کرنا ہے۔ خاکسار نے چائے کا بندوبست کر رکھا تھا۔ اور ساتھ کھانے کا بھی بندوبست تھا۔ حضور انور کی خدمت میں عرض کی کہ حضور کھانا بھی ہے اور چائے بھی۔ وقت کم ہے۔ اگر مناسب خیال فرماویں تو چائے لگوا دی جائے اور کھانا ساتھ کر دیا جائے۔ حضور نے فرمایا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کھانا تیار ہو اور چائے پر اکتفا کر لیں۔ فرمایا ''آپ آمد تیم برخواست'' ساتھ ہی فرمایا کہ میں کھانا اکیلے نہیں کھاؤں گا۔ خاکسار نے عرض کی حضور تقریباً 250 بندوں کے لئے کھانا تیار ہے۔ اور ایک ہی وقت میں کھانا کھولا جائے گا۔ فرمایا پھر ٹھیک ہے۔ چنانچہ سب کے ساتھ اکٹھے کھانا تناول فرمایا۔ حضورؒ کا کھانے کا انداز اس قدر سادہ تھا کہ آپ کی میز پر آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے چیفس نے یک زبان یہ کہا کہ آپ کے آقا تو بہت ہی سادہ ہیں۔ ہم تو کچھ اور ہی سمجھ رہے تھے۔ حضور انور نے سالٹ پانڈ پہنچ کر وقت پر جلسہ سالانہ کا افتتاح بھی فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ایک تھوڑے سے وقت میں برکت فرمائی۔ یہاں ایک اور بات عرض کر دوں کہ حضور روانگی کے لئے گاڑی میں تشریف رکھ چکے تھے۔ خاکسار حضور کی کھڑکی کی طرف کھڑا تھا۔ شیشہ نیچے ہوا اور فرمایا کہ سارے ایک کتاب میرے سامنے رکھتے ہیں دستخط کرنے کے لئے تم نے نہیں رکھی۔ حضور گھر میں تھے اور کتاب دفتر میں۔ خاکسار نے عرض کی کہ حضور دیر ہو رہی ہے۔ میں جلسہ گاہ سالٹ پانڈ ہی لے آتا ہوں۔ فرمایا نہیں۔ دروازہ کھلا اور حضور کار سے نیچے اترے اور دفتر کی طرف چلنا شروع کیا کہ یہیں لکھ کر جاؤں گا۔ چنانچہ سکول بلاک کی طرف گئے اور دفتر میں بیٹھ کر حضور انورؒ نے از راہ شفقت سکول کی لیب اور اسٹاف کی کوششوں کو سراہتے ہوئے فرمایا:

I am very happy to have visited this school which is run according to the noble traditions of Jamaat-e-Ahmadiyya. Mr. Majeed Ahmade Bashir and his staff deserves special appreciation and prayers. May Allah bless them all and may they prosper ever more.

اور اس کے بعد حضور نے آفس پر لگی تختی کی نقاب کشائی کے بعد دعا کروائی اور پھر روانگی ہوئی۔ اور اس سارے عرصہ میں خاکسار کی بیٹی پھر حضور کے ساتھ ساتھ رہی۔ اس بچی نے حضورؒ کی شفقت سے بھرپور حصہ لیا۔ اس دورہ کے تقریباً 10 سال بعد ہم پاکستان میں تھے جب والدہ محترمہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا۔ حضورؒ کی طرف سے جو تعزیتی خط موصول ہوا اس میں آخر میں اپنے دست مبارک سے ایک لائن کا اضافہ کیا کہ ''عزیزہ نزہت اور بچوں کو خاص طور پر تسلی کا پیغام اور دعا۔'' آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس غلام کی کیا حالت ہوئی ہو گی جب آقا کو اس کے بچوں کے نام بھی زبانی یاد ہوں۔ ہم گھر میں اس بچی کو (اب ماشاء اللہ اس کی شادی ہو چکی ہے اور دو بچوں کی ماں بھی ہے) نزہت کے نام سے نہیں بلاتے بلکہ صبا کہہ کر پکارتے ہیں۔ ہمیشہ یہی محسوس ہوا کہ ایک پُرشفیق باپ اپنے بچوں سے مخاطب ہے۔

اس دورہ کے معاً بعد 17-03-1988 کو پیاری امی کے ایک خط کے جواب میں لکھتے ہیں کہ ''غانا اور سیرالیون میں آپ کے بیٹوں سے ملاقات ہوئی تھی۔ ماشاء اللہ خوب خدمت دین کی توفیق پا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی سعادت کو بڑھائے اور آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ آپ کی طرف سے ہمیشہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔'' اس سے بڑھ کر اور کیا دعا چاہئے تھی۔

16-06-1988 کو چھوٹے بھائی عزیزم ڈاکٹر مبارک شریف کو ایک خط کے جواب میں لکھا کہ ''عزیزم حنیف احمد محمود صاحب اور عزیزم مجید احمد بشیر کی طرف سے بھی ماشاء اللہ خوشی کی خبریں ملتی رہتی ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' ایسے محسوس ہوتا تھا کہ ایک ایک فرد کے کام پر گہری نظر رکھے ہوئے ہیں۔ والد محترم کی وفات پر حضور انورؒ کا محترمہ والدہ صاحبہ کو فون پر تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ بی بی آپ تو خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تین بیٹوں کو وقف کی توفیق عطا کی ہے۔ بعد ازاں دو داماد اور بھائیوں عزیزم مظفر احمد مبشر اور عزیزم نعیم احمد صدیق کو بھی مجلس نصرت جہاں کے تحت وقف کی سعادت نصیب ہوئی۔

شفقتوں کی عادت اس قدر پڑ چکی تھی کہ تھوڑا سا بھی وقفہ خط میں پڑتا تو بے چینی شروع ہو جاتی تھی۔ ایک لمبا عرصہ گزر گیا حضور کی طرف سے خط کا جواب موصول نہ ہوا۔ لازمی امر ہے کہ حضورؒ کی مصروفیات کی وجہ سے ہو گا۔ کہیں لکھ بیٹھا کہ حضور اگر انجانے میں گستاخی ہو گئی ہو تو معافی کا خواستگار ہوں۔ ناراض نہ ہوں۔ جواب آیا کہ ''آپ کا پرخلوص خط ملا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ آپ نے میری ناراضگی کا ذکر کیا ہے میں نے تو نہیں کہا کہ ناراض ہوں اور نہ مجھے علم ہے۔ گھبرائیں نہیں خدمت دین بجالاتے رہیں اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔'' گاہے بگاہے حضور انورؒ کی شفقتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ بچوں کی تربیت کے بارہ میں حضور رہنمائی فرماتے رہے۔ ایک دفعہ ابا جان جب بڑے بیٹے سعید احمد نذیر کو قرآن کریم پڑھا رہے تھے تو وہ جزم پر اٹک گیا۔ بچے کی والدہ کو کہا کہ وہ حضور انور کی خدمت میں دعا کے لئے لکھیں اور رہنمائی حاصل کریں۔ انتہائی شفقت بھرا خط ملا کہ ''آپ نے جو اپنے بچے کے متعلق تحریر کیا ہے آپ گھبرائیں نہیں بعض بچے بعض خاص جگہ اٹکتے ہیں صرف سمجھا کر آگے گزر جانا چاہئے وقت کے ساتھ ساتھ خود ہی سمجھ آ جائے گی۔''

(محررہ 26/6/90) انتہائی رہنما اصول ہے جو ہم سب کو بچوں کو قرآن کریم سکھانے میں مدنظر رکھنا چاہئے۔

انّی معک یا مسرور کی بشارت لئے خلافت خامسہ کے دور کا آغاز ہوا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ شفقتوں کا آغاز تو خلافت سے قبل ہی ہو چکا تھا۔ غانا میں قیام کے دوران ہمیشہ اس بات کا احساس رہا کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اس عاجز پر بہت اعتماد کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ یہاں ضمناً بتا تا چلوں کہ شاید یہی وجہ تھی کہ محترم امیر صاحب غانا بھی خاکسار پر بے انتہا اعتماد کرتے تھے۔ دو بچوں کی پیدائش بھی وہیں ہوئی تھی۔ اس لئے بھی آپ مجھے غانین ہی کہا کرتے اور انتہائی پیار کا سلوک کرتے۔ ایک دفعہ پاکستان تشریف لائے تو واپسی پر مہمان نوازی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنے ایک خط میں تحریر فرمایا کہ آپ تو ہیں ہی غانین۔ اگر آپ ہماری خدمت نہ کرتے تو ہم آپ کو غانین کے زمرہ سے نکال دیتے۔ پھر دورہ لاہور کی رپورٹ جب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کی تو اس نالائق اور عاجز کے لئے بھی دعا کی درخواست کی۔ جس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا کہ ''سب کے لئے دعا کی ہے''۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ ایک دفعہ لندن میں خاکسار کے چھوٹے بیٹے عزیزم نوید احمد ظفر صاحب مربی سلسلہ نے تعارف کروایا تو فرمانے لگے کہ پہلے بتایا ہوتا تو تمہیں بھی حضور انور سے ملاقات کے لئے لے جاتا۔ اپنے ابا کی وجہ سے تم بھی تو غانین ہوئے۔ اسی طرح ایک دفعہ قادیان میں خاکسار کی بیٹی ملی تو اسے یہ کہہ کر تحائف دیئے کہ تم تو غانین ہو۔ بڑے بیٹے کے نکاح کے موقعہ پر باوجود بیماری کے مسجد فضل لندن تشریف لائے۔ فرمایا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ غانین کے نکاح پر ہم نہ آئیں۔ اپنے بیٹے کو بھی ساتھ لائے۔ بہر حال یہ ایک اعزاز تھا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ محض حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی اس وقت خاکسار پر بے پناہ شفقت کا نتیجہ تھی۔ دوران قیام ہر ممکن مدد کی۔ کبھی بھی مشکل میں آپ کی طرف رجوع کیا تو بڑے ہی پیار سے اور انتہائی مختصر انداز میں معاملہ سمجھا دیا۔ اور مناسب رہنمائی فرمائی۔ کوتاہی یا غلطی پر درگزر فرماتے۔ چہرے پر کبھی ناراضگی کا اظہار نہ ہوتا۔ اگر کوئی مذاق کرتا تو ہنس کر ٹال دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے بے انتہا فراست سے نوازا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دورہ کے دوران محترم امیر صاحب نے حضور انورؒ کے اعزاز میں ممبران عاملہ، مربیان کرام، اساتذہ کرام اور ڈاکٹر صاحبان کے لئے ایک پُر فضا مقام ABURI GARDENS پر پکنک کا انتظام کیا۔ رات کو ہم قریبی مشن ہاؤس بمقام KOFURIDUA میں مقیم تھے۔ صبح روانگی تھی۔ خاکسار سے دریافت فرمایا کہ راستہ آتا ہے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا پھر آگے چلو۔ ایک ROUND ABOUT پر EXIT لینا تھا۔ پہلے تو ہم واقعی بھول گئے لیکن دوسرے چکر میں شرارت سوجھی۔ دوبارہ چکر لگایا تو آپ نے اپنی گاڑی سائیڈ پر روک لی اور فرمایا کہ سات پھیرے پورے کر لو۔ جب پورے ہو جائیں تو بتا دینا۔

نظام کی پابندی کا اس قدر خیال کرتے کہ ایک دفعہ جب حضور انور کے ٹیمالے جانے کے بعد خاکسار کی تقرری اسار چر بطور پرنسپل ہوئی تو بعض معاملات کی سمجھ نہ آتی تھی۔ محترم امیر صاحب کے ذریعہ درخواست کی تو حضور انور ٹیمالے سے ایک لمبا، تکلیف دہ اور تھکا دینے والا سفر کر کے تشریف لائے اور انتہائی پیار سے تمام معاملات سمجھائے اور کسی قسم کے شکوہ کے بغیر واپس تشریف لے گئے۔ اور بعد میں بھی جب کبھی ملاقات ہوتی تو حالات پوچھتے اور قیمتی نصائح سے نوازتے۔ کبھی کبھی اشعار گن گنا لیتا تھا۔ آپ نے بھی کہیں سُن لیا تو محترم امیر صاحب سے سفارش کی کہ اس سے نظم پڑھوائیں۔ چنانچہ جلسہ ہائے سالانہ اور اجتماعات کے دوران اردو نظم پڑھنے کی سعادت نصیب ہوتی رہی۔ 1988ء کے اس جلسہ سالانہ میں جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ تشریف لائے، حضور کے افتتاحی خطاب سے قبل بھی خاکسار کو حضرت مسیح موعودؑ کے اردو کلام سے چند اشعار پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

یہ تعلق تو تھا ہی۔ میں جانتا ہوں کہ اس میں اس نالائق کی کوئی خوبی نہ تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس تعلق میں مزید اضافہ اور پختگی اس وقت آئی جب میرے والد صاحب کو آپ کے ساتھ وکالت مال ثانی میں کام کرنے کا موقع ملا۔ حضور انور آپ کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ہمارے بھائی جان کی ''محسن والدین'' کتاب کا مسودہ ملاحظہ کرنے کے بعد آپ نے بطور ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا کہ کچھ عرصہ آپ کے والد صاحب اور خاکسار، وکالت مال ثانی میں اکٹھے کام کرتے رہے ہیں۔ جہاں ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ آپ نے جو کچھ ان کے بارہ میں لکھا ہے وہ ان میں موجود خوبیوں کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔ جب آپ ناظر اعلیٰ و امیر مقامی تھے تو جب بھی ربوہ جاتا بچوں کو ملانے ضرور حاضر ہوتا۔ دعا کی درخواست کے ساتھ بچوں کی تعلیم اور اپنی ملازمت کے لئے مشورہ بھی حاصل کرتا۔ بہت خیال رکھتے تھے۔ ایک دفعہ غالباً آپ کے والد محترم حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی وفات پر تعزیت کے لئے گھر گیا۔ اہلیہ بھی ساتھ تھیں عصر کی نماز کے بعد کا وقت تھا۔ باتوں میں مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا۔ فرمایا آؤ نماز پڑھ آئیں۔ اور ہم بیت مبارک میں نماز کی ادائیگی کے لئے تشریف لے گئے۔ واپسی پر خاکسار نے اجازت چاہی۔ فرمایا ٹھیک ہے لیکن رات کے وقت لاہور کا سفر نہیں کرنا۔ خاکسار کا لاہور پہنچنا بہت ضروری تھا۔ لیکن آپ کی ہدایت کے موجب خاکسار نے اگلے دن سفر کیا۔ ڈر تھا کہ لیٹ پہنچنے پر جہاں میں کام کرتا تھا وہاں کی انتظامیہ کی طرف سے جواب طلبی ہوگی لیکن یہ محض آپ کی دعا تھی کسی نے بھی نہ پوچھا۔ ایک دفعہ یوکے میں ٹیچنگ کے لئے چانس مل رہا تھا۔ خاکسار وقت لے کر آپ کی خدمت میں مشورہ کے لئے حاضر ہوا۔ بہت تفصیل میں جا کر امریکہ اور یورپ کے حالات پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ یورپ بہتر ہے۔ الغرض کسی بھی معاملہ میں آپ سے مشورہ چاہا تو آپ نے انتہائی پُرشفقت انداز میں رہنمائی فرمائی۔

مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جیسے اس عاجز پر شفقتیں انڈیل ہی دی ہوں۔ 2005ء میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے کینیڈا کا دورہ فرمایا۔ بڑی بہن کے اصرار پر ویزا کے لئے درخواست دی اور ساتھ ہی حضور انور کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا۔ ویزا سے انکار ہوگیا۔ حضور انور کی طرف سے بذریعہ فیکس جواب موصول ہوا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ویزا کے حصول میں آسانی پیدا کرے۔ اپیل تو نہیں لیکن خاکسار نے کینیڈین ہائی کمیشن کو ویسے ہی ایک خط لکھا تھا کہ میری درخواست پر نظر ثانی کی جائے۔ عین اس دن جس دن صبح حضور انور کا فیکس موصول ہوا اسی دن کینیڈین ہائی کمیشن کی طرف سے اطلاع ملی کہ آپ کے کیس پر نظر ثانی کی گئی ہے۔ آپ اپنے پاسپورٹس ٹی سی ایس کے ذریعہ ارسال کر دیں۔ چنانچہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں سے ویزے لگے اور ہم کینیڈا عین اس دن پہنچے جس دن حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی لندن کے لئے روانگی تھی۔ حضور انور انتہائی شفقت فرماتے ہوئے شرف ملاقات بخشا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد حضور سے یہ پہلی ملاقات تھی۔ اصل میں تو 1988ء کے بعد خلیفہ وقت سے یہ ملاقات تھی۔ دوران ملاقات استفسار فرمایا کہ کیسے آنا ہوا۔ خاکسار نے عرض کی کہ حضور آپ سے ملنے کی تمنا تھی جو آپ کی دعاؤں سے پوری ہوگئی ہے۔ فرمایا اتنی دور آئے ہو۔ لندن آجاتے۔ اہلیہ نے بتایا کہ حضور لندن والے ویزا نہیں دیتے۔ فرمایا اب درخواست دیں اللہ فضل کرے گا۔ چنانچہ 2006ء میں ساری فیملی لندن جلسہ پر گئی۔ یہ محض اور محض آپ کی دعاؤں کے نتیجہ سے ہوا۔ ورنہ تو ہر سال لندن والے مجھے ویزا دینے سے انکار کر دیتے تھے۔ اس کے بعد آج تک جب بھی کسی بھی ملک کے ویزا کے لئے درخواست دی تو منظور ہی ہوئی ہے۔

2008ء میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں درخواست بھجوائی کہ اگر حضور اجازت مرحمت فرمائیں تو 27 مئی کا دن اپنے آقا کے قدموں میں گزاروں۔ اجازت ملنے پر جب لندن پہنچا تو یہ حضور انور کی خاص شفقت تھی کہ وہاں پر خاکسار کے رہنے کے لئے خصوصی ہدایات موجود تھیں۔ حضور انور سے ملاقات اور حضور کے سنگ گزارے ہوئے یہ تین دن میری زندگی کے یادگار دن بن چکے ہیں۔

2010ء میں 28 مئی والے دن خاکسار بیت النور میں تھا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں اس کی تفصیل خاکسار نے 29 مئی کو بغرض دعا تحریر کی۔ حضور انور نے عاجز کی اس تفصیل کو قبول فرمایا اور 26 ستمبر 2010ء کو خدام الاحمدیہ برطانیہ کے موقع پر اپنے اختتامی خطاب میں خاکسار کی طرف سے بھجوائی گئی یہ تفصیل پڑھ کر سنائی۔ فرمایا کہ پاکستان سے اگر وفاؤں کے خط آرہے ہیں تو یہ جذباتی باتیں نہیں ہیں یا عارضی چیزیں نہیں ہیں۔ ان کے خطوں سے ہی پتہ لگ رہا ہوتا ہے اور ان کے عمل سے بھی پتہ لگ رہا ہے کہ یہ ان کے دلوں کی آواز ہے۔ وہ لوگ مستقل مزاجی سے اپنے فرائض ادا کر رہے ہیں اس تفصیل کے آخر پر فرمایا تو یہ نظارے ہیں۔ کیا یہ ایمان میں کمزوری والوں میں نظر آسکتے ہیں؟

(الفضل انٹرنیشنل 22 اکتوبر 2010ء صفحہ 11)

شہداء کی فیملیز کے ساتھ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی محبتوں اور شفقتوں کے نظارے تو آپ نے بھی محسوس کئے ہوں گے۔ لیکن اس عاجز کو محترم امیر صاحب جماعت احمدیہ لاہور کی معاونت میں شہداء لاہور کی فیملیز کے مسائل سمجھنے اور ان کو حل کرنے کی توفیق ملتی رہی۔ اس دوران حضور انور کی شہداء فیملیز کے ساتھ محبت اور شفقت کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ سب سے پہلے تو گھر گھر ٹیلیفون کر کے شہداء کی بیوگان، بچوں اور والدین کو تسلی دلانا۔ اور پھر بچوں کی تربیت کی فکر، بچوں خصوصاً بچیوں کی شادی کی فکر، بیماروں کے علاج اور بچوں کی تعلیم پر خطیر اخراجات الغرض شہداء فیملیز کو یہ احساس دلانا کہ ان کے سروں پر باپ کا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر سایہ موجود ہے۔

الفضل سالانہ نمبر 2001ء میں ایک دفعہ ایک واقعہ نظر سے گزرا کہ برطانیہ کے ایک 58 سالہ مخلص احمدی نے جو کہ دل کے مریض تھے اور ان

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

کابائی پاس ہو چکا تھا اپنے بیٹے کے ساتھ ملکر مسلسل آٹھ گھنٹے پسینے سے شرابور گھر گھر جاکر پمفلٹ تقسیم کئے جس کے نتیجے میں ان کو اسی رات خواب میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی زیارت نصیب ہوئی۔ 2011ء میں اپنے بیٹے کے پاس یو کے گیا تو سوچا یہ نسخہ آزمانا چاہیئے۔ چنانچہ ایک دن پروگرام بنایا اور تقریباً 300 گھروں میں جماعتی تعارف پر مبنی پمفلٹ تقسیم کئے۔ شیفیلڈ کی مسجد کے اندر عربی میں آیات بھی لکھیں۔ خدا تعالیٰ نے اس طرح اپنی محبت اور رضا کا اظہار فرمایا کہ رات کو اس گنہگار کو پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی زیارت نصیب ہوگئی۔ بیٹے کو کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ کسر رہ گئی۔ اس لئے شاید بات آگے نہیں بڑھی۔ دن بھی تھوڑے تھے۔ بہرحال ایک اتوار کو پھر پمفلٹ تقسیم کرنے کا پروگرام بنایا۔ پاکستان روانگی سے قبل حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی سعادت نصیب ہوگئی۔ دونوں بیٹے اور ان کی والدہ بھی ساتھ تھیں۔ دوران ملاقات پیارے آقا نے میز کی داہنی دراز کھولی اور انتہائی پیار سے فرمایا کہ کیوں نہ آج آپ کو کچھ تبرکات کی زیارت کرائی جائے۔حضور انور نے ایک پاؤچ خاکسار کو اپنے دست مبارک سے تھمایا۔ اور فرمایا کھولو۔ اس کے اندر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کنگھی مبارک تھی۔قربان جاؤں میں اس سوہنے آقا کے۔ تمام بچوں نے اس کنگھی کو اپنے ہاتھوں میں تھاما، چوما اور لا تعداد برکتوں کو سمیٹا۔

2014ء میں امریکہ سے واپسی پر چند گھنٹے لندن میں اس مقصد سے سٹاپ لیا کہ حضور انور سے ملاقات کر کے روحانی پیاس بجھانے کی کوشش کریں گے۔ بیت الفضل لندن پہنچنے پر معلوم ہوا کہ اس دن حضور انور کی مصروفیات کی وجہ سے ملاقات نہیں ہو سکے گی۔حضور انور نے مسجد کے افتتاح کے لئے جانا تھا۔ خاکسار نے حضور انور کی خدمت میں دعا کے لئے ایک نوٹ لکھ کر پرائیوٹ سیکرٹری صاحب کو دے دیا جس میں لکھا کہ حضور انور سے ملاقات نہ ہونے کا افسوس ہے لیکن حضور انور کا وقت قیمتی ہے۔ اللہ روح القدس سے حضور انور کی تائید و نصرت فرمائے۔ اور دعا کی درخواست کی۔ صدقے جاؤں میں پیارے آقا کے کہ اس غلام کو شرف ملاقات اس طرح بخشا کہ گاڑی میں تشریف فرما ہونے سے قبل شرف مصافحہ بخشا۔ ہم دونوں سے باری باری خیریت دریافت فرمائی۔ بچوں کے بارہ میں پوچھا۔ نواسے کی ولادت پر مبارک باد دی۔ اور دعا دی کہ اللہ تعالیٰ سفر میں حافظ و ناصر ہو۔ایک دفعہ کینیڈا سے واپسی پر عید یو کے اپنے بڑے بیٹے کے پاس کی۔عید کے تیسرے دن حضور انور سے ملاقات کی سعادت نصیب ہوئی۔عید کا تیسرا روز تھا شرف مصافحہ بھی بخشا اور شرف معانقہ بھی۔اور یہ غلام اپنی قسمت پر نازاں اپنے آقا کی شفقتوں کو سمیٹے پاکستان واپس آیا۔

حضور انور کی کس کس شفقت کو پیش کروں۔ یہ سعادت حاصل رہی کہ بچی کے نکاح اور رخصتی کی تقریب پر محترم امیر صاحب جماعت لاہور کو بطور نمائندہ مقرر فرمایا۔ 2013ء میں خاکسار نے بڑے بیٹے عزیزم سعید احمد نذیر کا نکاح حضور سے پڑھوانے کی خواہش کا اظہار کیا تو فرمایا پڑھا دوں گا۔ کب پڑھانا ہے۔ کاغذات مکمل کر کے بھجوا دیں۔ چنانچہ حضور انور نے از راہ شفقت اس نکاح کا اعلان بیت الفضل لندن میں خود فرمایا۔ اور شادی کے موقع پر ولیمہ کی تقریب میں محترم ملک طاہر احمد صاحب کو اپنا نمائندہ مقرر فرمایا۔ چھوٹے بیٹے عزیزم نوید احمد ظفر صاحب، مربی سلسلہ ریسرچ سیل ربوہ کے لئے بھی درخواست کی کہ حضور انور اگر مناسب خیال فرماویں تو اس بیٹے کا بھی نکاح کا اعلان فرماویں۔ جواب میں حضور نے تحریر فرمایا کہ چونکہ دونوں فریقین پاکستان میں ہیں اس لئے مناسب ہو گا کہ نکاح پاکستان میں ہی پڑھوا لیا جائے۔ لیکن دوران ملاقات بچے کی والدہ نے حضور انور کی خدمت میں دوبارہ درخواست کی۔حضور انور کی خداداد یادداشت ملاحظہ ہو کہ فوراً فرمایا کہ کیا میں نے نہیں لکھا تھا کہ دونوں فریقین پاکستان میں ہیں۔ وہیں پڑھوا لیں۔ لیکن قربان جاؤں میں پیارے آقا کے کہ تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ کل پڑھا دوں گا۔ اور اگلے دن بیت الفضل لندن میں عزیزم کے نکاح کا اعلان فرمایا۔

شفقتیں تو اس قدر ہیں کہ ان کا احاطہ ناممکن ہے۔ اس عاجز نے کوشش کر کے چند کا ذکر یہاں پر کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خلافت کی برکات سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی توفیق عطا کرے۔ ہمیشہ خلافت سے وفا اور محبت میں بڑھاتا رہے اور اپنے فضلوں کا وارث بنائے۔ آمین

ایک سبق آموز بات

کھانے پینے میں اعتدال اور سادگی

اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں آج کے دور میں خوراک کی صورت میں وافر مقدار میں ہر جگہ دستیاب ہیں۔ جہاں اسلام پاکیزہ اور طیب غذا کے استعمال کرنے کا حکم دیتا ہے وہاں کھانے پینے میں اعتدال اور سادگی کا حکم بھی دیتا ہے۔ آنحضورؐ اس بات کی تاکید بھی کرتے تھے کہ اپنے پڑوسی کا بھی خیال رکھو۔

گھر میں کوئی اچھی چیز پکتی تو آنحضورؐ اپنے ہمسائیوں کے گھر بھجواتے۔ آپؐ اپنے صحابہ کو نصیحت فرماتے کہ پیٹ بھرنے سے پہلے کھانا چھوڑ دو۔ ایک انسان کا کھانا دو افراد کے لیے کافی ہونا چاہئے۔ (بخاری) اسی طرح کھانے میں کبھی نمک کی تیزی یا خراب پکنے کی صورت میں ہر ممکن پکانے والے کی دل شکنی نہ کرتے اور نہ ہی ناراضگی کا اظہار کرتے اور یہ ظاہر نہ کرتے کہ اس کھانے سے مجھے تکلیف پہنچی ہے۔ (بخاری)

مرسلہ: ناصرہ احمد، کینیڈا

فقہی کارنر

سود در سود

ایک صاحب نے (حضرت مسیح موعودؑ سے) بیان کیا کہ سر سید احمد خان صاحب نے لکھا ہے۔

اَضۡعَافًا مُّضَاعَفَۃً (آل عمران: 131) ممانعت ہے۔فرمایا:۔

یہ بات غلط ہے سود در سود کی ممانعت کی گئی ہے اور سود جائز رکھا ہے شریعت کا ہرگز یہ منشاء نہیں ہے یہ فقرہ اسی قسم کا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ گناہ در گناہ مت کرتے جاؤ، اس سے مطلب نہیں ہوتا کہ گناہ ضرور کرو۔

(البدر 27 مارچ 1903 صفحہ 75)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

طلوع وغروب آفتاب

17 مئی 2022ء

غروب آفتاب	طلوع فجر		
18:53	04:17		مکہ مکرمہ
18:59	04:10	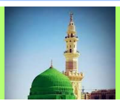	مدینہ منورہ
19:20	03:57		قادیان
18:59	03:37		ربوہ
20:50	03:40	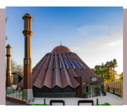	اسلام آباد ٹلفورڈ